ہزہائنس جھینگا
مصنف اکرم الہ آبادی
REGAL BOOK STALL,
Opp: Regal Cinema,
KARACHI-3.
1/

جاسوسی دائرہ سیریز

ہز ہائنس جھینگا پٹم

اکرم الہ آبادی

Akram Allahabadi

فرحت پبلیکیشنز۔ممبئی۔انڈیا

جملہ حقوق بحق پبلشر محفوظ ہیں

اس ناول میں شائع ہونے والے تمام واقعات،
مقامات و کردار فرضی ہیں۔اس سے کسی طرح
کی مطابقت محض اتفاقیہ ہے۔جس کی مصنف،
پبلشر و پرنٹر پر کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی۔

اس ناول کی دوبارہ اشاعت، ترجمے یا کسی اور مقصد سے استعمال کے
لئے پبلشر کی تحریری اجازت ضروری ہے ورنہ قانونی چارہ جوئی کی جائے گی۔

پرنٹر:۔۔۔۔۔ممبئی۔انڈیا

Akram Allahabadi

کار سے فائر

برسات کے گہرے بادلوں کی تاریکی کی آغوش میں سمٹے ہوئے شہر کے گھڑیال نے بارہ بجائے۔

سرخ رنگ کی لینڈ وباڈی سیون سیٹر زڈاج کے چمکیلے کیس والے پہیے آسمان پر چھائے ہوئے بادلوں کے ترشح سے بھیگی ہوئی پختہ چکنی سڑک پر رول رہے تھے۔سڑک کے کنارے لگی ہوئی سرکاری مدھم روشنیاں اندھیرے سے لڑ رہی تھیں،لیکن جب کبھی بادلوں کی گھڑا گھڑاہٹ کے ساتھ آسمان کی بیکراں فضاؤں میں نگاہوں کو خیرہ کردینے والی تیز نیلگوں روشنی کی لہر دوڑ جاتی تو ایسا معلوم ہوتا جیسے قدرت کی پیدا کی ہوئی اس معمولی سی چمک سے انسان کے بنائے ہوئے تمام برقی قمقمے بجھ گئے ہوں۔

سرکاری لیمپوں کی روشنی کا انعکاس پانی سے بھیگی ہوئی سڑک میں ڈرائیونگ کرنے والوں کے لیے کم خطرناک نہ تھا، پھر بھی گاڑیاں چل رہی تھیں اور بعض بے تحاشا دوڑ رہی تھیں۔

سرخ ڈاج بارونق مین روڈ سے گھوم کر سنسان کرزن روڈ پر دوڑنے لگی۔شہر کی گھنی آبادی ءوالے وسطی علاقے کی نسبت یہ علاقہ اگرچہ کم آباد،لیکن پرسکون،شاندار اور چھڑا ہوا تھا، کیونکہ اس کی آبادی علیٰحدہ علیٰحدہ احاطوں والے نئے پرانے شاندار اور سادے جنگل پر مشتمل تھی،جن میں رہنے والے نفاست پسند بڑے لوگ، دن خواہ کیسے ہی ہنگاموں میں بسر کرلیں،لیکن راتیں خموشی سے بسر کرنے کے عادی تھے۔اس وقت یہ علاقہ کوئی سویا ہوا قصبہ معلوم ہورہا تھا، جہاں مکانوں کے باہر سُونے برآمدے تھے، یا بے آہٹ باغیچے۔ان کی روشنیاں بھی گل ہوچکی تھیں،صرف کہیں کسی بنگلے کے کسی خاص کمرے یا خوابگاہ کی کھڑکیوں

Akram Allahabadi

میں روشنی نظر آجاتی تھی۔

گاڑی اب کرزن روڈ کو کراس کرنے والی تارا بائی اسٹریٹ میں گھوم گئی۔اس کے رولتے پہیے ایک بہر سے خاموش نظر آنے والے بنگلے کے دروازے کے سامنے رک گئی۔شاید کار کو چلانے والا اور کار میں بیٹھنے والا ایک آدمی تھا جو بڑی لاپرواہی سے گاڑی کا دروازہ کھول کر اترا اور بنگلے کے احاطے کا دروازہ خود اپنے ہاتھوں سے کھولنے کیلیے آہستہ آہستہ اس کی طرف بڑھنے لگا۔اس نے بدن پر قیمت گرم سوٹ پہن رکھا تھا اور سر پر فیلٹ ہیٹ تھی۔

وہ ابی دروازے تک پہنچ بھی نہ پایا تھا کہ سناٹے میں ایک مدھم سی گڑگڑاہٹ کی آواز کے ساتھ اچانک شور مچ گیا۔

ایک...دو...تین۔

کسی طرف سے لگاتار تین فائر ہوئے اور وہ تین جھٹکے لے کر وہیں گر پڑا۔ساتھ ہی کسی گاڑی کے اسٹارٹ ہونے کی آواز کے ساتھ ایک سرخ رنگ کی لمبی کار اندھیرے میں قریب سے فراٹے بھرتی ہوئی آگے نکل گئی۔

مسلسل فائرنگ کی تین آوازوں نے سونے والوں کو بھی چونکا دیا۔

بنگلے سے کچھ دور پرے سڑک کے کنارے ایک ٹین کے جھونپڑے میں راہگیروں کے لیے چائے،سگریٹ وغیرہ کی دکان لگانے والا بالا رام اور اس کا بھتیجا گھر سے نکل کر فوراً دوڑ پڑے اور اس بنگلے کے دروازے بھی فوراً کھل گئے پاس والے بنگلے کے لوگ بھی نکل آئے۔

جب سرخ ڈاج اندھیرے میں اپنی ہیڈ لائٹس بجھائے سڑک کے دوسرے سرے پر پہنچ گئی،تب اس کے ڈرائیو کرنے والے نے ہیڈ لائٹس روشن کی۔یہ چوراہا ویران پڑا تھا۔ٹریفک کا سپاہی رات کے ۹ بجے ہی اپنی ڈیوٹی ختم کر کے جا چکا تھا۔

اس کار نے چوراہے کا ایک پورا راؤنڈ لیا اور لوٹ کر پھر اسی راستے پر چل پڑی

جدھر سے ابھی ابھی آئی تھی۔

لاش کو لوگ چاروں طرف سے گھیرے ہوئے تھے اور سامنے والے بنگلے میں نوحہ درازی شروع ہو چکی تھی۔ ہر شخص اس واردات کے متعلق کچھ نہ کچھ قیاس آرائی کر رہا تھا۔ اتنے میں سرخ سیون ڈاج مجمع کے نزدیک آ کر رک گئی۔ اس میں بیٹھے ہوئے دو شریف صورت آدمیوں میں سے ایک نے جو اسٹیرنگ پر نہیں تھا اور کوٹ کے کالر میں چھپا ہوا جس کا نصف چہرہ نظر آ سکتا تھا، مجمع کے ایک آدمی سے حیرت زدہ لہجے میں پوچھا۔

''کیا بات ہے؟ یہ بھیڑ کیسی ہے؟''

''خون ہو گیا ہے۔''

''خون...؟'' وہ چونک کر بولا۔ ''کس کا؟''

''سیٹھ فضل بھائی کا۔''

''ارے، وہ کیسے؟''

''گولیاں چلائی ہیں کسی نے۔'' ایک دوسرے آدمی نے کہا۔

''چچ چچ...، کیسے بھیڑیے بن گئے ہیں انسان۔'' کار والا اظہارِ تاسف کرتے ہوئے بولا۔

لیکن اسی وقت وہ سب پولیس کاروں کے مخصوص ہارن سن کر چونک پڑے اور ان کے دیکھتے ہی دیکھتے یکے بعد دیگرے تین پولیس کاریں سڑک میں داخل ہو کر مجمع کے قریب آ کر رک گئیں۔ اگلی گاڑی میں اترنے والا ڈویژن کا انچارج سپرنٹنڈنٹ پولیس کلاز تھا۔ اس کے ساتھ ایک سب انسپکٹر اور ایک ہیڈ کانسٹیبل تھا۔ دوسری گاڑی سے دو سب انسپکٹر اور تین کانسٹیبل اترے۔ تیسری گاڑی میں صرف گشتی پولیس والا انسپکٹر اپنے نائب کے ساتھ تھا اور واردات کی خبر پا کر اس طرف آ گیا تھا۔ سپرنٹنڈنٹ جان کلاز لاش کے قریب پہنچ کر رک گیا۔ اس نے پہلے مجمع پر ایک نظر ڈالی اور پھر ایک سپاہی کی طرف دیکھ کر تحکمانہ لہجے میں بولا۔

''بھیڑ کو ہٹاؤ یہاں سے۔''

اور کانسٹیبل اس کا حکم سنتے ہی مستعد دکھائی دینے لگا۔ گشتی انسپکٹر گاڑی سے اتر کر اسی سرخ ڈاج کے قریب آ کھڑا ہوا تھا، جس میں بیٹھے ہوئے دو شریف صورت آدمی اس واردات پر اظہارِ افسوس کر رہے تھے۔ سپرنٹنڈنٹ نے لاش کو پلٹ کر دیکھا۔ اس کے چہرے پر سڑک کی دھول لگ گئی تھی۔ تینوں گولیاں پشت پر ہی پڑی تھیں۔ ایک ریڑھ کی ہڈی کی داہنی سمت چار پانچ انچ ہٹ کر سینے کے حصے پر پڑی تھی۔ ایک گردے کے نزدیک اور تیسری شانے کی ہڈی کے پاس۔

''قاتل اچھے نشانے باز تھے۔'' سپرنٹنڈنٹ بڑبڑایا۔ پھر وہ مجمع کی طرف گھوم کر بولا۔

''یہاں واردات ہونے پر سب سے پہلے کون پہنچا تھا؟''

''حضور، میں اور میرا بھتیجا۔'' بالا رام نے آگے بڑھ کر کہا۔

''تم نے کیا دیکھا تھا؟''

''میں نے لگاتار تین بار گولیاں چلنے کی آواز سنی تھی، مگر مجھے یہ نہیں معلوم تھا کہ آواز واقعی گولیوں کی تھی۔ میں نے بندوق کی گولی چلنے کی آواز نہیں سنی ہے۔ وہ تو دور سے جب میں نے ان آوازوں کے ساتھ سڑک پر سیٹھ جی کو گرتے دیکھا تب میں اور میرا بھتیجا دوڑے۔''

''کچھ اور بھی دیکھا تم نے؟''

''ہاں صاحب، اور معلوم ہوا تھا جیسے ادھر اندھیرے میں کوئی چیز دوڑ کر غائب ہو گئی ہو۔''

''چیز یا آدمی؟''

''کوئی کار معلوم ہوتی تھی، صاحب۔ اس کی آواز ایسی ہی تھی۔'' بالا رام کا بھتیجا بھی بول پڑا۔

Akram Allahabadi

''کار؟''سرخ ڈاج میں بیٹھا باہر جھانکنے والا آدمی خود ہی چونک پڑا۔جس پر گشتی انسپکٹر اور خود سپرنٹنڈنٹ ادھر متوجہ ہو گئے۔

''کار تو ایک ہم لوگوں کو بھی ملی تھی راستے میں۔وہ اتنی تیز دوڑ رہی تھی کہ ہماری گاڑی کے سامنے آ کر اس کا ایکسیڈنٹ ہوتے ہوتے رہ گیا تھا۔''اس نے معصوم لہجے میں کہا۔

''کیسی تھی وہ کار؟''ایس پی نے جلدی سے پوچھا۔

''ہرا رنگ تھا شیاد،ٹھہریے،میرے ساتھی نے اس کار کا نمبر بھی نوٹ کر لیا ہے،ایسی ڈرائیونگ کی شکایت کرنے کے لیے۔''وہ مطمئن لہجے میں بولا۔سپرنٹنڈنٹ کلاز اس کے قریب آ گیا۔اتنے میں اس نے ڈیش بورڈ سے ایک چھوٹی سی نوٹ بک نکال لی اور اس کے اوراق الٹنے لگا۔

''یہ رہا...''وہ بولا۔''AW 2239۔''اس نے بتایا۔''AW 2239''سپرنٹنڈنٹ نے دہرایا اور پھر تیزی سے انسپکٹروں کی طرف بڑھا۔

''مسٹر کین،آپ فوراً پولیس ہیڈ کوارٹرز کے کنٹرول روم کو خبر کر کے اس گاڑی کو پکڑنے کے لیے آل الرٹ جاری کر دیجیے۔''اس نے حکم دیا اور انسپکٹر اسی وقت یس سر کہتا ہوا کھسک گیا۔

''مسٹر شاہ،آپ گاڑی لے کر فوراً اسی سمت جایئے،ممکن ہے وہ کہیں راہ میں ہی مل جائے۔''انسپکٹر نے دوسرے انسپکٹر کو بھی حکم دیا۔

قتل کیونکہ شہر کے ممتاز اور بااثر شخصیت کا ہوا تھا،اس لیے اس کی اہمیت کے پیشِ نظر اتنی پولیس ایک ساتھ ایک ساتھ موقع واردات پر دکھائی دے رہی تھی۔مقتول کوئی معمولی آدمی ہوتا تو شاید حلقے کا انسپکٹر ہی اب تک پنچ نامہ کر چکا ہوتا۔بہر حال انسپکٹر شاہ بھی اسی وقت پولیس کار میں دو کانسٹیبل ساتھ لے کر روانہ ہو گیا۔پولیس کی گاڑیوں کی نقل و حرکت کے ساتھ ان کے مخصوص ہارن کی آوازوں نے پوری آبادی کو چونکا دیا تھا اور آگ کی طرح مبیّنہ

فضل بھائی کے خون کی خبر گھر گھر پہنچ گئی۔

''اس مدد کے لیے ہم آپ کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔''ایس پی نے پلٹ کر سرخ کار والے اجنبیوں سے کہا۔

''جی ایسی کیا بات ہے، قانون کی مدد کرنا تو ہر شہری کا فرض ہے۔اچھا اجازت۔''

''کیا آپ اپنا نام اور پتا دے سکتے ہیں؟ممکن ہے رپورٹ کی تکمیل کے سلسلے میں ہمیں قاتلوں کی کار کے فرار کے امکان پر آپ کی گواہی کی ضرورت پڑے۔''ایس پی نے نرم اور دوستانہ لہجے میں کہا۔

''ضرور ضرور، یہ کارڈ۔یہ ہمارا پتا ہے۔''یہ کہہ کر اس آدمی نے جیب سے ایک کارڈ نکال کر ایس پی جان کلاز کو دے دیا اور پھر ان کی کار وہاں سے مخالف سمت میں روانہ ہو گئی۔

پولیس ہیڈ کوارٹرز کا کنٹرول روم چوبیس گھنٹے اپنا کام جاری رکھتا تھا۔اس میں وائر لیس کے ۶ بڑے رسیونگ اور کمیونیکیٹنگ سیٹس، ایک ٹیلی پرنٹر، دو درجن ٹیلی فون اور تاروغیرہ کے سیٹس لگے ہوئے تھے۔انسپکٹر کین کی اطلاع پہنچتے ہی کنٹرول ڈپارٹمنٹ سے شہر کے تمام پولیس اسٹیشنوں اور گشتی وائرلیس گاڑیوں کے نام آل الرٹ کال نشر کیا جانے لگا۔

بو بازار میں وائرلیس ٹرک لیے کھڑا ہوا سی آئی ڈی کا سارجنٹ چونک پڑا۔دوڑتی کار میں محکمہ خفیہ کے عملے کا سب انسپکٹر ہولکر اور حلقے کا انسپکٹر ہیڈ کوارٹرز کا کال سنتے ہی سڑک پر گزرنے والی ہر کار پر نظر دوڑانے لگے اور تھوڑی ہی دیر میں شہر کے ہر حصے میں قانون کے محافظ مستعد نظر آنے لگے اور ہر راہ سے گزرنے والی ہر گاڑی پر ان کی نگاہیں جم گئیں۔

ڈالٹن اسکوائر پر اپنی جیپ کار لیے کھڑا ہوا انسپکٹر سانے وائرلیس پر آل الرٹ کال سنتے ہی گاڑی کے گیئر پر ہاتھ رکھ کر مستعد ہو گیا۔ڈیش بورڈ سے وائرلیس پر آواز آ رہی تھی۔

''سٹی پولیس، الرٹ پلیز...ہیڈ کوارٹرز کالنگ سٹی پولیس الرٹ پلیز...مرڈرز ایٹ سراونڈری...اوور...رش...اوور۔''

سانے نے اپنی گاری ایک سڑک کے کونے پر لاکر کھڑی کی۔ یہاں سے وہ چاروں طرف سے آنے اور گزرنے والی گاڑیاں دیکھ سکتا تھا۔

اچانک نیتا جی روڈ پر گشتی گاڑی لے کر گھومنے والا سب انسپکٹر ڈونڈے چونک پڑا۔

''بالکل وہی۔'' وہ اچھلا۔ اور پھر اس نے اپنی کار کا پولیس ہارن اسٹارٹ کر کے گاڑی اس سبز لینڈ وبا ڈی کے کار کے پیچھے دوڑا دی جو ابھی ابھی سامنے والی سڑک کراس کر کے گزری تھی۔

پولیس ہارن سنتے ہی دوسروں کی توجہ بھی اس گاڑی کی طرف منعطف ہوگئی۔ سب انسپکٹر ڈونڈے نے کمیونیکیشن کا سوئچ آن کر کے ہیڈ کوارٹرز کو کال کرنا شروع کر دیا۔

''پولیس ہیڈ کوارٹرز، انسپکٹر ڈونڈے کالنگ پلیز... پولیس ہیڈ کوارٹرز۔''

''اٹنڈنگ۔'' ڈیش بورڈ سے جواب ملا۔

''سبز رنگ کی اس نمبر کی کار ابھی نیتا جی روڈ کراس کر کے آگے گئی ہے.. اوور... میں پیچھا کر رہا ہوں.. اوور۔''

''رپورٹ لوکیشن؟ اوور۔'' ادھر سے جواب ملا۔

''نیتا جی روڈ اور مڈلٹن اسکوائر کے درمیان... اوور۔''

''مڈلٹن اسکوائر پٹرول... ایچ کیو کالنگ AW 2239 نیتا جی روڈ کی طرف سے بڑھ رہی ہے... گیٹ ریڈی، اوور۔''

اسی کمیونیکیشن سیٹ پر ہیڈ کوارٹرز کا نشریہ اسے سنائی دیا، جس کا تخاطب اگرچہ مڈلٹن اسکوائر کے گشتی آفیسر تھا، لیکن اطلاع سب کو پہنچائی تھی۔

وہ سبز گاڑی مڈلٹن اسکوائر سے جیسے ہی آگے نکلی، انسپکٹر سانے نے اپنی گاڑی اس کے پیچھے لگا دی اور اگلے چوراہے پر تو بیک وقت پولیس کے دو موٹر سائیکل سوار سارجنٹ اور ایک کار بھی دو مختلف راستوں سے آکر اس کے پیچھے دوڑنے لگے۔

Akram Allahabadi

سارجنٹس نے بہت جلد اس کار کو دونوں طرف سے جالیا۔

کار چلانے والے نے پولیس کو قریب آتے دیکھ کر گاڑی روک لی، لیکن جب دونوں سارجنٹس نے کار پر پچھلی نشست پر بیٹھے ہوئے آدمی کی شکل دیکھی تو ان کے اپنے چہرے فق ہو گئے۔ وہ سفید کھدر کے لباس میں ایک تنومند آدمی تھا۔

"کیا بات ہے؟ آپ لوگ کیوں میری گاڑی کا پیچھا کر رہے ہیں؟" اس نے نرم لہجے میں پوچھا۔

"نن نو سر، ہم لوگ آج ٹرائل کے طور پر گاڑیوں کی رفتار چیک کر رہے ہیں۔" ایک سارجنٹ نے جلدی سے بات بنا دی۔

"اوہ، پھر کوئی بات نہیں۔ ڈرائیور، گاڑی بڑھاؤ۔" وہ سارجنٹ کے سلام کا جواب اشارے سے دیتے ہوئے ڈرائیور سے بولا۔ اور گاڑی روانہ ہو گئی۔ اتنی دیر میں پولیس کاریں بھی قریب آ کر رک گئیں۔

"کیا بات تھی؟ گاڑی کیوں چھوڑ دی؟" سب انسپکٹر سانے نے ایک سارجنٹ سے پوچھا۔

"قطعی حماقت، پولیس کو ضرور دھوکہ دیا گیا ہے۔ وہ وزیرِ مالیات کی کار تھی اور وہ خود اس میں بیٹھے تھے۔" سارجنٹ نے بتایا۔

"وزیرِ مالیات کی؟" سانے چونکا۔ "لیکن ہیڈ کوارٹرز سے ایسی بڑی غلطی کیسے ہو سکتی ہے؟ ضرور کوئی بات ہے۔"

"میں ابھی جا کر خبر کیے دیتا ہوں، جو بات ہوگی، وہ لوگ خود نپٹ لیں گے۔" سارجنٹ نے موٹر سائیکل اسٹارٹ کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں ٹھیک ہے۔" سانے بھی اپنی گاڑی پلٹانے لگا۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

''اس اتنے بڑے ڈپارٹمنٹ میں کیا کسی ایک کو بھی خیال نہ آیا کہ یہ نمبر وزیرِ مالیات کی کار کا ہے؟'' ڈی آئی جی اپنے آفس میں کرسیوں پر مؤدب اور خاموش بیٹھے ہوئے پولیس افسروں کے سامنے ٹہلتے ہوئے منہ بنا کر بڑبڑانے لگا۔

''ایک بڑی شخصیت کے خون اور قاتل کو پکڑنے کی فوری ہنگامی کوششوں میں اتنی موٹی سی بات کی طرف کسی کا دھیان بھی نہیں جا سکا۔'' ایس پی جان کلاز نے ہمت کر کے جواب دیا۔

''کیا خاک مستعدی ہے یہ۔ یہ محکمۂ پولیس ہے یا لال بجھکو کا اکھاڑہ۔ اگر آپ میں سے کسی ایک نے بھی اس پر دھیان دیا ہوتا تو وہ سرخ کار والے دھوکے باز وہیں موقع پر پولیس کی گرفت میں آجاتے۔'' ڈی آئی جی نے چڑچڑے پن سے کہا۔

''آپ یقین رکھیے، ہم انھیں بہت جلد ڈھونڈ نکالیں گے۔'' جان کلاز بولا۔

''بس دیکھ لیا۔ جو لوگ اتنے نڈر اور چالاک ہوں کہ ہنستے کھیلتے آپ کی آنکھوں میں دھول جھونک جائیں، وہ کیا اپنے ہاتھ باندھ کر آپ کی خدمت میں چلے آئیں گے۔'' ڈی آئی جی کا لہجہ اب بھی روٹھا ہوا تھا۔

''خان صاحب، آپ اس کیس کو بھی اپنے ہاتھ میں لے لیجیے۔'' ڈی آئی جی ایک طرف خاموش بیٹھے ہوئے شعبۂ سراغ رسانی کے انچارج سپرنٹنڈنٹ حضور احمد خان کی طرف متوجہ ہو گیا۔

''لیکن میں تو پہلے ہی...'' خان نے سنجیدگی سے کہنا شروع کیا۔

''جانتا ہوں کہ آپ بہت مصروف ہیں، لیکن یہ شہر کی ایک اہم ترین شخصیت کے خون کا معاملہ ہے اور پھر مجھے نظر نہیں آتا کہ یہ لوگ اس سے نپٹ سکیں گے۔''

ڈی آئی جی نے یہ کیس زبردستی خان کے سر تھوپنا چاہا۔

''بہتر ہے۔'' خان نے مختصر سا جواب دیا۔

اس کے سوا چارہ بھی کیا تھا۔تمام پراسرار کیس اسی کے محکمے کے سر مار دیے جاتے تھے اور لاکھوں کی گھنی آبادی والے اس وسیع و عریض شہر میں خطرناک اور چالاک قسم کے نامعلوم مجرموں کو بے سراغ و بے نشان ڈھونڈ نکالنا کچھ کم دردِسری کا کام نہ تھا۔چھوٹے موٹے کیس تو وہ اپنے اسسٹنٹس کے سپرد کر دیتا تھا،لیکن الجھے ہوئے اور بڑے کیسوں کے لیے اسے خود ہی سر مغزنی کرنی پڑتی۔وہ شہر کے تمام سنگین مجرموں کا سب سے بڑا دشمن اور شریف قسم کے چھپے ہوئے پراسرار اور خطرناک جرائم پیشہ افراد کے لیے ایک ایسا ہوا تھا کہ جس کیس کو وہ اپنے ہاتھوں میں لے لیتا،اس سے متعلق مجرموں کی جان پر آبنتی۔اور یہی وجہ تھی کہ اس کو اس قدر مصروف رہنا پڑتا اور اسی وجہ سے پولیس ڈپارٹمنٹ میں اسے وسیع ترین اختیارات اور اعتماد حاصل تھا۔اعلیٰ احکام سے لے کر وزارتی محکمے تک اس کی صلاحیتوں کا معترف تھا،لیکن اس کے اس حسنِ کارکردگی نے اس کے بہت سے حاسد بھی پیدا کر دیے تھے۔اور بعض ایسے افسران جو قریب سے اس سے بہتر تین دوست بنے رہتے اس،اس کی ہر تعریف پر دل میں کم از کم ایک گالی ضرور دیتے تھے۔کیونکہ خود ان میں ایماندارانہ ادائے خدمات کا فقدان تھا۔اعلیٰ عہدوں پر پہنچنے کے بعد وہ کافی آرام پسند اور نازک مزاج ہو گئے تھے۔

خان جب ڈی آئی جی کے آفس سے باہر نکلا تو باہر منہ بسورے سامنے موجود تھا۔

''کہیے،کیا فیصلہ سنایا ہے پولیس کورٹ نے؟''

''پھانسی۔'' خان مسکرا کر بولا۔

''خوبصورت ہے کیا؟عمر کیا ہوگی؟'' وہ اس کے ساتھ چلتے ہوئے بولا۔

''گردن ناپنے والی۔''

''تو میں سمجھا تھا کوئی لونڈیا پھانسی،یعنی پھانس لی۔''

''مجھے گندی باتیں قطعی پسند نہیں ہیں۔''

Akram Allahabadi

"قسم لے لیجیے جو بُری نیت سے کہا ہو، میں تو فضل بھائی مرڈر کیس کی بات کر رہا تھا۔"

"کیا؟" خان چونکا۔

"مجھے تو کوئی رقابت کا معاملہ معلوم ہوتا ہے۔"

"کیا مطلب؟" خان نے سیڑھیوں سے نیچے اترتے ہوئے کہا۔

"فضل بھائی چور دروازے کے عیش پسند تھے۔ میں نے دو ایک بار انھیں کلبوں میں کسی نہ کسی پٹاخے کے ساتھ دیکھا ہے۔"

"کیا گھٹیا پن ہے یہ۔" خان نے اسے گھورا۔

"میں نے پبلک لینگوج عرض کی ہے۔ بمبئی کے تفریح پسند لوگ خوبصورت بہو بیٹیوں کی شان میں ایسے ہی خوبصورت الفاظ استعمال کرتے ہیں۔"

"دوبارہ تمہارے منہ سے ایسے الفاظ سنے تو سر توڑ دوں گا۔"

"ارے واہ رے انصاف، بولے کوئی اور سر کسی کا ٹوٹے۔ میں نے تو صرف کاپی کی تھی۔"

خان باہر نکل کر کار میں بیٹھ گیا۔ بالے نے کسی معصوم بچے کی طرح منہ لٹکا لیا۔

"ہاں تو کیا کہہ رہے تھے تم افضل بھائی کے بارے میں؟"

"نہیں بتاتا۔"

"شامت آئی ہے۔"

"مار کھا لوں گا۔"

"یوں نہیں بکو گے۔" خان نے ایک ہاتھ سے اسٹیرنگ سنبھالتے ہوئے دوسرے ہاتھ سے اس کی گردن ناپ لی۔

"بتاتا ہوں، بتاتا ہوں۔" بالے نے ہتھیار ڈال دیے۔

Akram Allahabadi

خان نے گردن چھوڑ دی۔

''دیکھیے، قسم کھاتا ہوں وزیرِ قانون کی، مجھے واقعی طور پر کچھ معلوم نہیں سوائے اس کے کہ ایک بار میں نے ریڈیا رڈ کلب کی ایک دعوت میں فضل بھائی کو ایک خوبصورت سی لڑکی کے ساتھ دیکھا تھا، بس۔''

''کیسی دعوت تھی؟ کس نے دی تھی؟''

''امریکی سفارتخانے نے، شاید امریکہ کے یومِ نجات کا تہوار تھا اس دن۔ اس میں دوسرے سفیروں اور سرکاری عہدیداروں کے علاوہ شہر کے معزز لوگ بھی مدعو تھے۔'' بالے نے سنجیدگی سے بتایا۔

''اور تم بھی ان معززین میں سے ایک تھے۔'' خان نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

''خاکسار سرزمن کا بھتیجا بن کر گیا تھا ان کے ساتھ۔''

''سنا ہے وہ بڈھا تمہیں گود لینے والا ہے؟''

''ہائے، ایسا ہوتا تو پھر کیا تھا۔ بالے صاحب کے تو چاروں ہاتھ پاؤں گھی میں...''

''اور سر کڑھائی میں ہوتا۔'' خان نے باقی جملہ پورا کر دیا۔

''مگر اس کی بڑھیا کو میری شکل سے نفرت ہے۔ کہتی ہے کہ اگر میرا بس چلتا تو تمہارا گلہ گھونٹ کر مار ڈالتی۔''

''کیوں؟''

''میں نے ایک دن سرزمن کی جوانی کی تعریف کرتے ہوئے اسے بوڑھیا کہہ دیا تھا۔''

''تبھی۔'' خان ہنس پڑا۔

''آپ کیوں ہنسے؟''

''آج کل کے بوڑھے بھی کافی رنگین مزاج ہوتے ہیں۔ انھیں ان کے منہ پر

بوڑھا کہہ دو تو بس ان سے برا کوئی نہیں۔"

"اسی لیے تو میں آپ کے منہ پر نہیں کہتا۔" بالے نے بڑی معصومیت سے کہا۔

"نہیں، آپ شوق سے کہیے۔" خان نے یہ کہتے ہوئے اس زور سے اس کا کان اینٹھ دیا کہ اس کی آواز حلق میں اٹک گئی۔

"دیکھیے آپ... چڑ گئے نا؟"

"تمہیں اس لڑکی کی شکل اچھی طرح یاد ہے؟" خان نے گفتگو کا رخ پھر اصل مقصد کی طرف موڑتے ہوئے پوچھا۔

"ہونہہ، بالے صاحب اور کسی خوبرو لڑکی کا چوکھٹا بھول جائیں! میں تو میدانِ حشر میں بھی اس کمبخت کو گھیر لوں گا کہ اے رہزنِ عقل و ہوش، بت خرگوش، وعدہ فراموش..."

"پھر بکنے لگے۔"

"قافیے ملا رہا تھا۔ ویسے لڑکی تھی وہ کافی حسین، اس لیے اتفاق سے بھی نظر پڑ جائے تو فوراً پہچان لی جائے۔"

"میں اس کے حسن کی تعریف نہیں پوچھ رہا تم سے۔"

"بخدا آپ خشکے ہیں بالکل۔"

"شٹ اپ۔" خان نے اسے ڈانٹ دیا۔

جس پر بالے نے بجائے منہ بند کرنے کے کار کی کھڑکی کا شیشہ اوپر کھینچ دیا۔ خان اسے گھورنے لگا۔

"میں نہیں بتاؤں گا کہ خشکے کے معنی عابد و زاہد کے ہوتے ہیں۔" بالے نے اپنی ڈھٹائی برقرار رکھی، لیکن خان اس جواب پر مسکرا دیا۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

وہ لڑکی

چند منٹ بعد ہی وہ فضل بھائی کے بنگلے میں فضل بھائی کے کمرے کا معائنہ کر رہے تھے۔ فضل بھائی کی لڑکی نوشابہ ان کے ساتھ تھی۔ خان کافی دیر تک کمرے کی ایک ایک چیز کو دیکھتا رہا۔ پھر اس نے اس میز کی درازیں وغیرہ بھی کھولیں جس پر بیٹھ کر اکثر فرصت کے اوقات میں فضل بھائی خطوط وغیرہ لکھا کرتے تھے۔ ان کی لائبریری اور سونے کا کمرہ بھی دیکھا گیا، لیکن مفید طلب کوئی چیز نہ ملی۔ فضل بھائی کے ملازموں سے باہر بالے پوچھ گچھ کر رہا تھا اور وہ لوگ اسی سلسلے میں قطعی غیر متعلق اور فضول ثابت ہو رہے تھے۔ خان ان کے کمرے کا معائنہ کرنے کے بعد ڈرائنگ روم میں واپس آ گیا۔ فضل بھائی کی لڑکی نوشابہ جھکے ہوئے انداز میں صوفے پر بیٹھ گئی۔ اس کی آنکھیں سوجی ہوئی تھیں۔ معلوم ہوتا تھا کہ جیسے باپ کی اچانک موت کے صدمے سے وہ تمام رات روتی رہی ہے اور اسے اس قدر صدمہ ہونا بھی چاہیے تھا، کیونکہ بچپن میں ہی ماں کے مرجانے کے بعد فضل بھائی نے اسے جن نازوں سے پالا تھا، ان پر ماں کی ممتا بھی چھچ تھی۔ ایک ہی اولاد تھی وہ ان کی، جس کے سکھ کی خاطر انھوں نے دوسری شادی بھی نہ کی تھی۔ نوشابہ کا چہرہ اترا ہوا تھا اور کیفیت نڈھال سی تھی۔

”آپ کہتی ہیں کہ رشتے داروں میں بھی ان کی کسی سے کوئی دشمنی یا اختلاف نہیں تھا اور وہ گرم مزاج آدمی بھی نہ تھے؟“ خان کمرے میں ٹہلتے ہوئے بڑبڑایا۔

”جی۔“

”خیر، لیکن ایک اور وجہ بھی تو ہو سکتی ہے۔“ وہ چھت کو گھورتے ہوئے بولا۔

”کیا؟“ نوشابہ نے چونک کر پوچھا۔

”شاید کوئی عورت؟ کوئی لڑکی؟“ وہ نوشابہ کی طرف دیکھے بغیر بولا۔

Akram Allahabadi

"آپ میرے باپ پر کیچڑ اچھال رہے ہیں، وہ بہت نیت آدمی تھے۔" نوشابہ نے ناخوشگوار تاثرات کے ساتھ کہا۔

"آپ غلط سمجھ رہی ہیں، آخر یہ تو ممکن ہے کہ کسی اور وجہ سے کوئی عورت یا لڑکی ان کے اور کسی اور کے درمیان آگئی ہو۔" خان نے بڑے نرم لہجے میں اسے سمجھایا۔

مگر وہ خاموش رہی۔

"آپ شاید یہ بھی تو جانتی ہوں کہ انھیں اکثر کلبوں میں ایک خوبصورت لڑکی کے ساتھ دیکھا گیا ہے۔" خان نے تبصرہ کرنے والے انداز میں کہا۔

"وہ لڑکی...؟" نوشابہ ایک دم چونک پڑی۔ خان مسکرا دیا۔

"میرا مطلب ہے وہ لڑکی کون ہوسکتی ہے؟" نوشابہ نے بات بنانا چاہی۔

"آپ کچھ چھپانے کی کوشش کر رہی ہیں، حالانکہ اس طرح مقتول فضل بھائی کے قاتلوں کا پتا لگانے میں ہمیں آسانی ہوگی۔"

"لیکن میں نہیں چاہتی کہ مرنے کے بعد میرے باپ کی بے عزتی ہو۔"

"میں اسے صرف اپنے تک محدود رکھوں گا۔ آپ اطمینان رکھیے۔" خان نے اسے تسلی دی۔

"اسے میں بھی ٹھیک سے نہیں جانتی، لیکن مجھے ڈیڈی کے ڈرائیور سے ہی معلوم ہوگیا تھا کہ وہ اکثر رات کو گھر لوٹتے سے پہلے ماڈل لے جایا کرتے تھے۔"

"کسی لڑکی یا عورت سے ملنے؟" خان نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"جی... جی ہاں، لیکن آپ یقین مانیے میں ہی کیا، خود ڈرائیور کو بھی نہیں معلوم کہ وہ کون ہے، یا ڈیڈی اس سے کیوں ملتے ہیں۔"

"یہ معلوم کرلینا کچھ زیادہ مشکل نہ ہوگا۔ ویسے کیا اس کا نام معلوم ہے آپ کو؟" خان نے پوچھا۔

Akram Allahabadi

''ڈریسور کے سامنے ایک بار ڈیڈی نے اسے شاید ممتاز کے نام سے پکارا تھا۔'' نوشابہ نے جھجکتے ہوئے کہا۔

''میں یہاں نوکروں کے علاوہ مرغا مرغی تک کے بیانات لے چکا ہوں۔'' باہر سے بالے کی آواز سنائی دی۔

''اچھا، مس نوسابہ، سرِ دست اتنا ہی کافی ہے، اگر کچھ اور معلوم کرنے کی ضرورت ہوئی تو پھر تکلیف دوں گا۔'' خان نے یہ کہہ کر اپنی کیپ سنبھالی اور دروازے کی طرف چلنے لگا۔

''کیا چائے بھی نہ پئیے گا؟'' نوشابہ نے اخلاقاً پوچھا۔

''جی نہیں، شکریہ۔ میں چائے بہت کم پیتا ہوں۔'' وہ یہ کہتا ہوا باہر نکل آیا۔ نوشابہ اسے دروازے تک چھوڑنے آئی۔ بالے اس وقت دروازے پر ہی موجود تھا۔ نوشابہ کو دیکھتے ہی اس کے دماغ میں کیڑے رینگنے لگے، لیکن نوشابہ نے نہ تو اس کی طرف کوئی توجہ کی، نہ ہی خان نے اسے کسی قسم کی گفتگو کرنے کا موقع دیا۔ وہ بالے کو ساتھ آنے کا اشارہ کر کے بنگلے سے باہر نکل آیا۔

''وہ حسن میں بھی لیلیٰ کی والدہ معلوم ہوتی تھی، مگر ہائے رے ناقدر زمانے۔'' وہ گاڑی میں بیٹھتے بیٹھتے ٹھنڈی سانس کھینچ کر بڑبڑایا۔

''چائے پینے میں نخرے۔''

''اس کی تو نہیں میں آپ کی قدر فرما سکتا ہوں۔''

''شکریہ قدر افزائی کا، مگر آپ چل کہاں رہے ہیں؟''

''بارنٹ۔''

''یہ ایک دم الٹی ہوا کیسے چلنے لگی؟''

''ایک لڑکی سے ملنا ہے۔''

''کیا فرمایا آپ نے؟''

Akram Allahabadi

"لڑکی ہے۔"

"تو اس کے لیے آپ کیوں تکلیف فرما رہے ہیں، خاکسار جو حاضر ہے۔"

"مجھے خاکساروں سے کوئی دلچسپی نہیں۔"

"آپ انصاف کا مرڈر کر رہے ہیں۔"

"دماغ مت چاٹو۔" خان پر جھنجلاہٹ سوار ہو گئی۔

"میں اس بدنصیب لڑکی کے بارے میں عرض کر رہا تھا جس سے آپ ملنے جا رہے ہیں۔"

"ہمدردی کی وجہ؟"

"اگر وہ وہی لڑکی ہے جسے فضل بھائی کے ساتھ میں نے دیکھا تھا تو میں اس پر ہزار جان سے عاشق ہونے کا پروگرام بنا چکا ہوں۔"

"فضل بھائی کا حشر کیا ہوا۔"

"ٹیڑھا، مگر بالے صاحب او کھلی میں سر دے کر موسلوں سے نہیں ڈرتے۔"

"چلو یہ بھی دیکھ لیں گے۔"

"ارے تو کیا اجازت ہے؟"

"صرف کام کی حد تک۔"

"عشق کی کوئی حد نہیں غالبؔ، ایک ٹانگ مشرق میں ہے تو ایک مغرب میں ہے گوتمؔ۔"

"تم خدا کے لیے میرے سامنے اپنی یہ بھونڈی شاعری نہ کیا کرو۔"

"ایک شعر غالب کا ہے اور دوسرا گوئٹے کا، میرا کچھ نہیں۔"

"چلو اترو۔" خان نے گاڑی بارنٹ کے دروازے پر روکتے ہوئے کہا۔

بارنٹ شہر کے شاندار اور اعلا درجے کے ہوٹلوں میں تھا۔ یہاں بھاری جیبوں

والے ہی قدم رکھ سکتے تھے۔اس کی زیب وزینت اوراس کا انتظام سب لندن کے سیاحوں والے ہوٹلوں جیسا تھا۔کاؤنٹر منیجر نے بغیر کسی اعتراض کے انھیں رجسٹر دیکھ کر بتادیا کہ مس ممتاز اوپر روم نمبر ۹۰ میں مقیم ہیں،لیکن آج ابھی تک نیچے نہیں اتریں۔اس نے یہ بھی بتایا کہ وہ اکثر دیر تک سونے کی عادی ہیں۔ان کے ساتھ صرف ایک نوکر رہتا ہے اور کوئی نہیں۔لیکن بعد میں خان کا کارڈ دیکھ کر اس نے بلا جھجک یہ بھی بتادیا کہ فضل بھائی یہاں اکثر مس ممتاش سے ملنے آیا کرتے تھے اوران کے تعلقات کچھ رومانی انداز کے معلوم ہوتے تھے۔

''اور کوئی کبھی ملنے آیا مس ممتاز سے؟''خان نے سرسری طور پر پوچھا۔

''یہاں آنے جانے والے سب میری نظر میں رہتے ہیں،لیکن ہاں...''وہ کچھ یاد کر کے چونکا۔''ایک بار فوجی وردی میں کوئی آدمی ان سے ملنے آیا تھا۔شاید ہفتے دو ہفتے کی بات ہے۔''منیجر نے بتایا۔

''کس قسم کا آدمی تھا؟''خان نے حلیہ دریافت کیا۔

''تندرست سا اونچے قد کا ادھیڑ عمر آدمی تھا اوراس کی کنپٹی کے قریب کے بال کچھ سفید بھی تھے شاید۔''

''شکل؟''

''بالکل ٹھیک سے تو یاد نہیں،لیکن وہ چہرے سے کافی رعب دار معلوم ہوتا تھا۔اس نے مجھ سے ہی مس ممتاز کا کمرہ دریافت کیا تھا۔اس کی آنکھیں...''وہ کچھ سوچتے ہوئے بولا۔

''ہاں،شاید اس کی آنکھوں میں دونوں کونوں پر سرخ ڈورے بھی تھے۔''

''ڈورے نہیں،تاگے رہیں ہوں گے۔''بالے چپ چاپ کھڑے کھڑے بور ہوکر بولا۔

''تم چپ رہو۔''

''آنکھوں میں ڈورے کیسے آسکتے ہیں،وہ تو کافی موٹے ہوتے ہیں؟''بالے نے

معصوم شکل بنا کر کہا۔

''کیا فضل بھائی کل یہاں آئے تھے؟''

''جی ہاں، رات میں، لیکن وہ اندر نہیں آئے۔ وہ مس ممتاز کو صرف دروازے تک ہی چھوڑ کر چلے گئے۔''

''ایک بات اور، مس ممتاز یہاں کب سے رہتی ہیں؟''

''دو مہینے سے زیادہ عرصہ ہو گیا۔ انھیں خوف فضل سیٹھ ہی یہاں لے کر آئے تھے۔'' منیجر نے سادگی سے کہا۔

''اوہ، خیر، شکریہ آپ کا بہت بہت۔'' خان نے اس سے رخصت ہوتے ہوئے کہا۔

''جی کوئی بات نہیں، قانون کی مدد کرنا ہر ایماندار شہری کا فرض ہے۔''

''آپ واقعی بڑے فرض شناس معلوم ہوتے ہیں۔ میں صرف سنتیں ادا کرتا ہوں۔'' بالے نے اس سے ہاتھ ملاتے ہوئے چلتے چلتے کہا۔ جس پر وہ بھی مسکرا دیا۔

وہ جب زینہ چڑھ کر روم نمبر ۹ پر پہنچے تو دروازہ اندر سے بند تھا۔ دروازہ تیسری گھنٹی پر بھی نہ کھلا، لیکن انھیں اس دروازے پر موجود دیکھ کر ایک بیرا بھی آن پہنچا۔

''صاحب، میں بھی صبح سے دو تین بار ناشتے کے لیے گھنٹی دے چکا ہوں، مگر میم صاحب اب تک سو رہی ہیں۔''

''اور ان کا نوکر۔'' بالے نے بیرے سے پوچھا۔ ''کیا وہ بھی گدھے بیچ کر سوتا ہے؟''

''وہ رات کو اپنے گھر چلا جاتا ہے اور صبح آتا ہے، مگر آج تو ابھی تک نہیں آیا۔''

''اس کا گھر معلوم ہے تمھیں؟'' خان نے پوچھا۔

''نہیں صاحب، ہم لوگوں سے اس کی دوستی نہیں۔''

Akram Allahabadi

"منیجر صاحب کو بلاؤ، ہم دروازہ توڑنا چاہتے ہیں۔" خان نے تحکمانہ لہجے میں کہا اور بیرا بغیر کچھ پوچھے منیجر کو بلانے چلا گیا۔

ہوٹل کا منیجر فوراً ہی آ گیا۔ اس نے خان کی شخصیت سے واقف ہونے کے بعد دروازے توڑے جانے پر کوئی اعتراض نہیں کیا، لیکن جب وہ اندر داخل ہوئے تو خان یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ اندر سے دونوں کمرے خالی تھے۔ غسل خانے میں بھی کوئی نہ تھا۔ بالے نے تو صوفے کے نیچے تک جھانک کر دیکھ ڈالا۔ کھڑکیاں بھی سب اندر سے بند تھیں، لیکن پچھلی کھڑکیاں کھلی ہوئی تھیں۔ خان نے پلنگ پر بچھے ہوئے پلنگ کے بستر کو دیکھا، اس پر شکنیں پڑی تھیں، جیسے کوئی اس پر سونے کے بعد مچل کر اٹھا ہو۔ پھر بستر کے سرہانے والی کھڑکی پر نظر پڑتے ہی وہ اس کی طرف دوڑا۔ یہاں کھڑکی کی چوکھٹ پر اور اس سے نیچے فرش پر سنہری رنگ کی چوڑی کے ٹکڑے پڑے تھے۔

"بیچاری نے بیوہ ہوتے ہی چوڑیاں توڑ ڈالی ہونگی۔" بالے نے حسرت زدہ لہجے میں کہا۔

"اسے یہاں سے زبردستی اٹھا کر لے جایا گیا ہے۔" خان بڑبڑایا۔

خان اب کھڑکی کے نیچے بغور فرش کو دیکھ رہا تھا۔ فرش اتنا صاف تھا کہ اس پر کسی کے قدموں کے نشانات پائے جانے کا امکان نہ تھا۔ بیچ کمرے میں قالین بچھی تھی، لیکن پلنگ کھڑکی کے نزدیک ہی بچھا ہوا تھا۔ پھر یکایک اس کی نظر پلنگ کے سرہانے رکھی ہوئی تپائی کے ایک اندرونی پائے کی جڑ میں پڑی ہوئی چھوٹی سی چمک دار چیز پر جا پڑی۔ اس نے جھک کر اسے فوراً اٹھا لیا۔

"آپ یہ تو کہیں گے نہیں کہ چراغ الدین مل گیا ہے۔" بالے نے اسے دیکھنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا، لیکن خان نے اسے اتنی خموشی سے جیب میں ڈال لیا کہ اس طرف دوسروں کی توجہ بھی نہ گئی۔ ہوٹل کا منیجر ان کے پیچھے فاصلے پر کھڑا خموشی سے یہ تمام کاروائی دیکھ رہا

تھا۔

''تعجب ہے کہ پاس والے کمروں کے مکینوں کو آہٹ تک نہ ہوئی۔'' وہ قیاس آرائی کرنے لگا۔

''یہ کوئی بات نہیں، اس کا منہ پہلے ہی اچھی طرح باندھ دیا ہوگا تاکہ آواز تک نہ نکل سکے اور معمولی شور دوسرے کمرے تک پہنچ کر کسی سوتے کو بیدار کرنے کے لیے کافی نہیں۔'' خان بولا۔

اس کے بعد وہ اس کمرے سے ملے ہوئے اندرونی کمرے میں داخل ہو گئے۔ یہاں دیوار پر آویزاں ایک تصویر نے بالے کو چونکا دیا۔

''اگر یہ تصویر اسی کی ہے تو وہ یقیناً ایک جیتی جاگتی قیامت رہی ہوگی۔'' وہ خان کے پاس ہی کھڑے کھڑے ہی آہستہ سے بولا۔

''یہ تصویر مس ممتاز کی ہی ہے نا؟'' خان نے منیجر کی طرف رخ کر کے پوچھا۔

''جی ہاں، جی ہاں۔ یہ وہی لڑکی ہے۔'' منیجر نے جلدی سے بتایا۔

''لڑکی؟'' بالے نے جھرجھری لی۔ ''کاش ایک اپنی بھی ہوتی۔'' اس نے آہستہ سے کہا۔

خان اسے صرف گھور کر رہ گیا۔

''میں نے کیا ہی کہا ہے، میں تو اس کے حسن خداداد...خداداد...ارہاں...خداداد سرکل...'' بالے رٹتے رٹتے کسی خیال سے اچھل پڑا۔

''یاد آ گیا۔''

''کیا یاد آ گیا؟''

''میں نے فضل بھائی کو اس لڑکی کے ساتھ خداداد سرکل پر دیکھا تھا۔'' بالے نے بتایا۔

Akram Allahabadi

"تو کیا یہ لڑکی وہ نہیں ہے؟"

"اسے تو بالے صاحب اپنے عشق کے لیے ایڈوانس بک کر چکے ہیں۔"

"میں اس لڑکی کا پوچھ رہا ہوں، گدھے۔" خان جھنجلا گیا۔

"اسی کی کوئی بہن رہی ہوگی، کیونکہ تھی ایسی ہی قتالہ۔ ہائے، خدا پھانسی دے اسے بروزِ قیامت، نجانے کتنے قتل کیے ہوں گے۔"

"پھر بہکے۔"

"شاعرانہ موڈ کی بات ہے، ویسے اب مجھے یاد آ گیا ہے کہ خدا داد سرکل پر میں نے ایک بار فضل بھائی کو جس لڑکی کے ساتھ دیکھا تھا، وہ اس سے کچھ ملتی جلتی تھی۔"

"خدا داد سرکل کس پر کس جگہ؟"

"براڈوے ریفریشمنٹ میں۔"

"یہ کوئی بات نہیں ہے، ہو سکتا ہے کہ وہ لوگ براڈوے میں پکچر دیکھنے گئے ہوں؟"

خان یہ کہتا ہوا اس سامان کی طرف متوجہ ہو گیا جو یقیناً مس ممتاز کی ہی ملکیت رہی ہوگی۔

یہ سامان چند چمڑے کے سوٹ کیسز کے علاوہ ایک بھاری ٹرنک اور سنگھار دان، قیمتی ظروف اور کپڑے کی الماریوں پر مشتمل تھا۔ جوتوں کی ایک علیحدہ ریک تھی۔

خان کی نظر جوتوں کی ایک الماری میں رکھے ہوئے ایک نئے ڈزائن کے خوبصورت سینڈل پر جم گئی۔

"المدد یا جوشِ جاناں میرا سر کھجلائے ہے۔" بالے گنگنانے لگا۔ خان اس کی طرف گھوم پڑا۔

"تھوکت شانوی... آئی ایم ساری، شوکت تھانوی کا جذبۂ عشق یاد آ گیا تھا۔" بالے نے جلدی سے بات گھمادی۔

"یہ جوتے دیکھے تم نے؟"

''جی ہاں، جوتے، اور کیا؟''

''پسند ہیں؟''

''لاحول ولاقوۃ۔آپ اس شعر کا مطلب غلط سمجھے۔''

''اُلو، یہ کیا خصوصی ڈزائن نہیں ہے؟''

''مجھے جوتوں کی تواریخ سے دلچسپی نہیں ہے۔''

''بکو مت، دیکھو یہ سینڈل۔یہ کیا...کیا یہ ڈزائن تمہاری نظر پڑا ہے؟'' خان نے سینڈل کی طرف اشارہ کیا۔

''واقعی، ایسے حسین جوتے تو ان نگاہوں کی تقدیر میں نہیں آئے۔''

''ان کے تلوں پر اندر لکھا ہے اسپیشل ڈزائن۔'' خان نے اشارہ کیا۔

''دیکھ تو رہا ہوں۔''

''اور نیچے ماڈرن شو کمپنی کا نام...''

''وہ بھی ہے۔''

''بس تو وہاں سے اس خصوصی ڈزائن کا آرڈر دینے والے کے متعلق کچھ نہ کچھ ضرور معلوم ہو سکے گا۔''

''یہ فریضہ آپ رفو خاں کے سپرد کیوں نہیں فرما دیتے؟'' بالے نے خان کا مطلب سمجھ کر کہا۔''میں سنڈریلا کے شہزادے کے ایلچی کی طرح جوتے کہاں ناپتا پھروں گا؟''

''رؤف کو دوسرا کام دیا ہے میں نے۔نخروں کی ضرورت نہیں۔''

''اچھا بالغرض معلوم کر لیا میں نے کہ یہ جوتے اسی لڑکی کے لیے خاص طور پر بنوائے گئے ہیں اور اگر ان کی تیاری کا آرڈر خود فضل بھائی نے دیا ہو تو؟''

''ہر بات کی مثبت اور منفی دو ہی پہلو ہو سکتے ہیں۔اگر ایسا بھی نتیجہ نکلا تو کونسی تمہاری ناک کٹ جائے گی؟''

Akram Allahabadi

''لوگ کہیں گے کہ کھودا پہاڑ نکلا چوہا۔''

''صاحب۔'' منیجر کی حیرت زدہ آواز نے انھیں چونکا دیا۔ وہ اس ٹرنک کو کھول کر جلدی سے بند کر چکا تھا۔ اسکے چہرے پر خود اور تذبذب کے آثار تھے۔ خان اس کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

''شٹ... ٹرنک میں...'' اس نے کانپتی ہوئی انگلی سے اشارہ کیا۔

اور جب بالے نے دوڑ کر ٹرنک کا ڈھکنا اٹھایا تو وہ خود بھی چونک گیا۔ اندر ایک آدمی کی لاش پڑی ہوئی تھی۔ اسے گھٹنے توڑ کر زبردستی اس صندوق میں ٹھونس دیا گیا تھا۔ ٹرنک میں اندر کی طرف کافی خون بھرا ہوا تھا، جو اس وقت جم چکا تھا۔

لاش معلوم ہوتا تھا جیسے کئی گھنٹوں کی ہو، کیونکہ اندر پڑے ہوئے خون کے تھکھلے جم چکے تھے۔

منیجر نے فوراً پہچان لیا کہ مقتول مس ممتاز کا نوکر تھا جو اسی کے ساتھ یہاں آیا تھا۔ اس کی کمر میں دل کے حصے کی پشت پر کسی دھاردار چیز سے لگاتار تین وار کیے گئے تھے اور اس کا منہ اب تک ایک رومال سے بندھا ہوا تھا۔

''لیجیے۔ یہ نئی مصیبت۔'' بالے بڑبڑایا۔ ''اسی کو کہتے ہیں کہ آگ لینے کو جاؤ تندور مل جائے۔''

''خون کا ایک قطرہ بھی باہر نہیں گرا ہے، اس کا مطلب ہے کہ اس کو اس ٹرنک میں داخل کر کے مارا گیا ہے۔'' خان نے کہا۔

''قاتلوں کو داد دینے کو جی چاہتا ہے۔''

''کیوں؟''

''رومال پرانا چھوڑ گئے۔''

''بکو مت۔''

Akram Allahabadi

"آپ تو ہر جملے کے بعد فل اسٹاپ کی جگہ بکومت لگا دیتے ہیں۔میں رومال پر بنے ہوئے اس A.L. مونوگرام کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔"

"تم ہیڈکوارٹرز کو فون کر کے انسپکٹر ڈیسوزا کو یہاں بلالو۔کہہ دینا انگلیوں کے نشان ٹریس کرنے ہیں۔" خان نے بالے کو ہدایت کی اور وہ اسی وقت نیچے ہوٹل سے فون کرنے چلا گیا۔

"صاحب، میرا تو بیڑہ غرق ہو گیا، کتنی بدنامی ہو گی اس ہوٹل کی۔" منیجر نے پریشان ہو کر کہا۔

"اس میں ہوٹل کا کیا قصور ہے۔" خان نے اسے اطمینان دلاتے ہوئے کہا۔

"اور مجھے یقین ہے کہ واقعات جلد ہی روشنی میں آجائیں گے۔"

"یہ جو کچھ ہوا ہے گزشتہ رات ہوا ہے۔" خان بڑبڑایا۔ "لیکن اگر وہ اس کھڑکی کے راستے بھی داخل ہوئے ہوں تب بھی کم از کم چوکیدار کی نظریں تو پڑنا چاہیے تھیں۔"

"شاید وہ اونگھ گیا ہو۔" منیجر نے قیاس آرائی کی۔ "ویسے آدمی بہت پرانا اور مذہبی قسم کا پٹھان ہے۔"

"مس ممتاز کا نوکر تو روز رات کو چلا جایا کرتا تھا؟"

"جی نہیں، کبھی کبھی دیر ہو جایا کرتی تو یہاں رہ بھی جاتا تھا۔"

"ہُم..." خان یہ کہہ کر جیب سے محدب شیشہ نکال کر فرش اور کھڑکی وغیرہ پر جوتوں اور انگلیوں کے نشانات کو دوبارہ غور سے دیکھنے لگا۔فرش پر قالین کے بچھے ہوئے حصے پر بھی کوئی نشان نظر نہیں آیا، لیکن کھڑکی کے ایک پٹ کی پشت پر نیچے کی طرف تین خون آلود انگلیوں کے نشانات دیکھ کر وہ چونک پڑا۔جیسے نیچے اترتے وقت کسی نے کھڑکی کے پٹ کے نچلے حصے کا سہارا لیا ہو۔

"یہ رہا۔" وہ بڑبڑایا۔

Akram Allahabadi

تھوڑی ہی دیر میں انسپکٹر ڈیسوزا معہ ابراہیم کے آ پہنچا۔ وہ سلام کر کے سامنے کھڑا ہو گیا۔

"یہ کھڑکی کے نچلے پٹ کے نچلے حصے پر تین خون آلود انگلیوں کے نشانات ہیں، ان کے پرنٹ لے لیجیے۔ اور یہ لاش کارونر کے یہاں پہنچوا دیجیے۔" خان نے ڈیسوزا کو ہدایت کی۔

"بہتر ہے۔" ڈیسوزا نے کہا۔

"منیجر صاحب، آپ کیا فضل بھائی اور مس ممتاز کے رومان پر کوئی روشنی ڈال سکتے ہیں؟" بالے نہایت سنجیدگی سے بولا۔

"مجھے افسوس ہے۔" وہ بولا۔ "میں صرف اتنا ہی جانتا ہوں کہ یہ کمرہ سیٹھ فضل بھائی نے ہی ان کے لیے مخصوص کرایا تھا اور غالباً یہ مقتول ملازم بھی ان کا ہی آدمی ہو، کیونکہ جب وہ آتے تھے تو یہ بہت مستعد نظر آنے لگتا تھا۔"

"میں رومان کے بارے میں پوچھ رہا ہوں؟" بالے نے نرمی سے سوال کیا۔

"ہوٹل سے باہر جا کر وہ کیا کرتے ہوں، میں نہیں جانتا۔ یہاں تو میں نے انھیں ایک دوسرے سے گفتگو کرتے وقت صرف مسکراتے دیکھا ہے۔ ویسے بھی سیٹھ فضل بھائی ہوٹل میں بہت کم ٹھہرتے تھے۔ وہ مس ممتاز کو ساتھ لے کر کہیں چلے جاتے تھے اور پھر دیر کے بعد وہ لوٹتے تھے۔"

"چلو بالے، چلیں۔" خان دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے بولا۔

"ڈیسوزا صاحب رپورٹ بنا لیں گے۔"

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

مونوگرام

"آپ کوئی خاص دلچسپی نہیں لے رہے ہیں کیس میں؟" بالے نے کار میں بیٹھتے بیٹھتے کہا۔

"لونڈیا کا چکر ہے سارا۔"

"ابتدائے آفرینش سے ہی انسان اس کے چکر میں مبتلا ہے، آپ نے ہابیل قابیل کا قصہ نہیں سنا شاید۔"

"پھر دماغ چاٹنے لگے۔"

"میں نے عورت کے فلسفے پر ارسطو سے لے کر حکیم بینڈ بیگ تک اسٹیڈی کی ہے اور روز اول تا آخر سب اس بات پر متفق ہیں کہ ایٹم بموں کے جھگڑے چھوڑ کر باقی دنیا کے ۸۰ فیصدی جھگڑے اس جنسِ لطیف کے چکر میں ہوئے ہیں۔"

"مجھے ان فلسفوں سے کوئی دلچسپی نہیں۔"

"آپ سنیاس لے لیجیے۔ بالے صاحب کا نیک مشورہ ہے۔"

"چپ بیٹھو۔"

"ہائے کیسے چپ بیٹھوں؟ عورت کا جو معاملہ ہے۔"

"میں تمہارا چوکھٹا ٹیڑھا کر دوں گا۔"

"بمبئی میں بہت سے کارخانے ہیں مرمت کرنے کے۔"

"اچھا بکو کمبخت۔" خان نے تنگ آ کر رخ دوسری طرف پھیر لیا۔

"آپ خود ہی اب انصاف کیجیے کہ ارسطو کو گھوڑا عورت نے بنایا، سکندر کا بیڑہ غرق عورت نے کیا، نپولین کی حجامت عورت کے ہاتھوں ہوئی اور فضل بھائی حاصل بہ خدا تنج اسی

کے سبب سے ہوئے۔"

"اور تمہیں بھی واصلِ جہنم یہی کرائے گی۔"

"کاش آپ پر بھی کوئی عورت سوار ہو جاتی۔"

"اب چپ رہو گے کہ اتاروں گاڑی سے۔"

"خدا قسم آپ خشکے ہیں اکدم۔"

"سور۔" خان نے اس کی گردن تھام لی۔

"واپس... واپس لیتا ہوں۔" بالے اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنی گردن خان کے ایک ہاتھ کی گرفت سے نکالنے کی کوشش کرنے لگا۔

"پٹھہ فولاد ہے، بیٹے۔" خان نے گرفت ڈھیلی کرتے ہوئے کہا۔

"آپ ناٹا آئرن اینڈ اسٹیل ورکس میں بھرتی ہو جایے۔"

"وہ بٹن؟" خان کچھ یاد کرتے ہوئے زیرِ لب بڑبڑایا۔

"کچھ فرمایا آپ نے؟"

لیکن خان جواب دینے کی بجائے ایک ہاتھ سے جیب سے وہ بٹن جو اسے مس ممتاز کے کمرے سے ملا تھا، نکال کر دیکھنے لگا۔

جواب میں بالے نے جیب سے مس ممتا کا وہ خصوصی ڈزائن کا سینڈل نکال لیا اور اسے الٹ پلٹ کر دیکھنے لگا۔

"جسکی سینڈل اتنی حسین ہے، وہ خود کتنی حسین ہوگی۔" بالے نے تبصرہ کیا۔

"یہ بٹن..." خان کچھ سوچتے ہوئے بولا۔

"یہ سینڈل..." بالے بھی اسی نقل میں بڑبڑانے لگا۔

"یہ مہر..." خان بٹن کے اوپر ابھرے ہوئے مونوگرام کو غور سے دیکھنے لگا۔

"ہائے، وہ ستِ بے مہر، آئی ایم ساری، بے مہر۔"

Akram Allahabadi

"اے بت بے مہر شٹ اپ، اے بت..." خان نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"میں سمجھا آپ شعر مکمل کرا رہے ہیں۔ ویسے میں شٹ اپ ہوں۔"

"یہ مہر ضرور کسی سیاسی، ملٹری یا پولیس کی ہے۔" خان نے کھوئے ہوئے انداز میں

کہا۔

"سرکاری مونوگراموں کے کیٹلاگ میں شاید مل جائے۔" بالے نے سنجیدگی سے

کہا۔

"ہاں ممکن ہے۔" خان یہ کہہ کر چپ ہو رہا اور بالے یہ محسوس کر کے کہ اس وقت وہ کسی گہری سوچ میں ہے، خموشی سے گاڑی کے باہر دیکھنے لگا۔

☆☆☆☆☆☆

آفس پہنچتے ہی خان نے سب سے پہلے مونوگرموں کا کیٹلاگ طلب کیا، جو پانچ منٹ میں ہی پہنچ گیا۔ وہ اور بالے اس میں لیے ہوئے صوبوں اور ریاستوں کے سرکاری مونوگراموں اور پولیس اور ملٹری کے بیچ کوڈس میں اس بٹن کے مونوگرام کو تلاش کرنے لگے۔

اور اس وقت بالے خوشی سے تقریباً اچھل پڑا، جب سندورا اسٹیٹ کے شاہی محافظ رسالے کو وہ مونوگرام جو اگر چہ اب حکومت ہند کے نزدیک تسلیم شدہ نہیں رہا تھا، لیکن ممنوع بھی نہیں کیا گیا تھا۔ اس بٹن کے اوپر بنے ہوئے ابھرے حروف کے مونوگرام کے عین مطابق نکلا۔ یہ تین حروف پر مشتمل تھا، جو ایس۔ سی۔ ایف۔ تھے اور اسٹیٹ کمانڈر فورس کے مخفف تھے۔ مونوگرام میں دو کراس کرتی ہوئی تلواروں کے نیچے ایک سانپ کی شکل اور اوپر SFC کے حروف تھے۔ خان نے جیب سے نوٹ بک نکال کر اس میں کچھ لکھ کر اسے جیب میں ڈال لیا اور کیٹلاگ واپس کرا دیا۔

"کیا یہ ممکن نہیں کہ فضل بھائی کا قتل اور مس ممتاز کا اغوا محض دو چیزیں ہوں؟"

Akram Allahabadi

بالے نے رائے زنی کی۔

''ایک ہی رات میں یکے بعد دیگرے دونوں واقعات کا سرزد ہونا ان کے متعلق ہونے کی دلیل ہے۔ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ پہلے سے تیار کردہ کسی پروگرام کے تحت دونوں کام علیحدہ علیحدہ آدمیوں نے کیے ہوں۔''

''اور وہ آدمی کون ہو سکتے ہیں؟''

''میں نجومی نہیں ہوں۔''

''مگر لوگ تو کہتے ہیں کہ آپ جامِ جاہما...اوہو...کیا ہوگیا ہے میری زبان کو، جامِ جہاں نما واقع ہوئے ہیں۔''

''خوش خیالی ہے۔''

''آپ نے کوئی آئیڈیا تو قائم کیا ہوگا جو آپ بتا نہیں رہے۔''

''ابھی کسی نتیجے پر نہیں پہنچا ہوں۔''

''پہنچ کر خیریت کا خط لکھ دیجیے گا، بندہ طلبگارِ اجازت ہے۔''

''کیوں حرامخوری کا ترجمہ نہیں کر سکتے؟''

''ایک ہی بات ہے۔''

''پرسوں سے آپ نے دم مارنے کی فرصت نہیں دی ہے میری ہونے والی بیچاری بلک بلک کر رو رہی ہوگی میری یاد میں۔''

''کوئی ڈھونڈ لی ہے کیا؟''

''اللہ سارجنٹ بالے کو چھپڑ پھاڑ کر دیتا ہے۔''

''لڑکیاں بھی چھپر پھاڑ کر گرنے لگی ہیں اب۔''

''الحمد اللہ۔''

''کون بدنصیب ہے وہ؟''

Akram Allahabadi

"سر رحمت اللہ کی کھر چن۔"

"کیا مطلب؟"

"ان کی آخری اولاد۔"

"اوہ،فردوس، بہت سیدھی لڈڑکی ہے اسے بیوقوف بنانے کی کوشش نہ کرنا۔"

"میں سنجیدگی کے ساتھ عاشق ہو گیا ہوں اس پر۔"

"تمہارا سنجیدہ عشق تو نہ جانے کتنے چہرے بدل چکا ہے، مجھے ڈر ہے کسی دن تم کسی اسپتال میں پڑے نظر نہ آؤ۔"

"بالے صاحب اتنے غیرت مند نہیں ہیں اور پھر وہ تو خود مجھ پہ ہزار جان سے فریفتہ ہوئی ہے۔"

"کوئی بھلا آدمی بھی ہوگی۔"

"اس میں شک بھی کیا ہے؟"

"وہ تو میں خوب جانتا ہوں، لیکن سر رحمت اللہ غصہ آنے پر بندوق کی گولی سے کم بات نہیں کرتے۔"

"سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے۔"

"جہنم میں جاؤ، لیکن میں ٹھیک ساڑھے ۴ بجے تمہیں یہاں دیکھنا چاہتا ہوں، اور ہاں اس سینڈل سے متعلق معلومات بھی۔"

"جہنم میں جا کر اتنی جلدی کیسے واپس آسکتا ہوں۔"

"تو پھر نہ جاؤ، یہاں اور بھی کام باقی ہیں۔" خان مسکرایا۔

"جی نہیں، میں جاتا ہوں، ساڑھے ۴ بجے لوٹ آؤں گا۔" بالے جلدی سے اپنی ٹوپی اٹھا کر باہر نکل گیا۔

☆☆☆☆☆☆

راجہ صاحب نندور

ہوٹل مونجنی کے وسیع ہال میں اوپر چھتگیر ٹیوب روشن تھے اور نیچے ایک شیشے کی ٹاپ والی میز کے نزدیک بیٹھا ہوا ایک قد آور اور بڑی بڑی مونچھوں والا کسی قدر خوفناک قسم کا آدمی بیٹھا تھا۔ اس کی آنکھیں چمکیلی اور باہر کی طرف نکلی ہوئی تھیں، یا جیسے وہ ہر چیز جکو گھور گھور کر دیکھنے کا عادی ہو اور یہی چیز بالے کے دماغ کی ہڈیاں چٹکائے دے رہی تھیں، کیونکہ وہ بہت اطمینان سے اپنی میز پر اکیلا بیٹھا فردوس کو گھور رہا تھا۔ فردوس، سر رحمت اللہ کی شوخ و شنگ، مگر بیوقوف قسم کی لڑکی تھی جس سے سارجنٹ بالے کی ملاقات اس کے ایک دوست کی سالگرہ پارٹی میں ہوئی تھی۔

اس دن بالے نے اس کے منہ پر اس کی خوبصورتی کی جب تعریف کر دی تھی تو وہ چڑ کر اندر چلی گئی تھی، لیکن بعد میں ان کی مڈبھیڑ ایک سنیما میں پھر ہو گئی اور وہیں سے ان کی دوستی کا آغاز ہوا تھا۔ فردوس بالے کے حسینانِ جہاں کی تصویر کے البم میں ایک اور تصویر کا اضافہ تھی، لیکن وہ خود بھی کافی سنجیدگی سے اس کی طرف متوجہ معلوم ہوتی تھی۔ اور جب سے خان نے سر رحمت اللہ کے گولی مار غصے کا ذکر بالے سے کیا تھا، وہ اس نئے رومان میں کافی محتاط ہو گیا تھا۔

ایک پاکیزہ حد تک اس کی دوستی ہر اس خوبصورت لڑکی سے جو اس کی نظر میں چڑھ جائے اور جو اسے لفٹ دے، محض ایک دلچسپی کی نوعیت رکھتی تھی اور یہی وجہ تھی کہ مرد دوستوں سے زیادہ بالے کا حلقۂ احباب اثر صنفِ نازک میں وسیع تھا۔ اور ان میں سے شاید کوئی ایسی نہ ہو گی جسے آج تک کم از کم اس سے کسی نے بداخلاقی کی ہو۔ اس کی ہوس تھی تو بس دنیا بھر کے حسن کو سیمیٹ لینے کی، لیکن اس حد تک جہاں تک کہ اخلاق اجازت دے، البتہ سر رحمت اللہ کی

کھرچن کا معاملہ کچھ مختلف نظر آ رہا تھا۔ وہ شدید طور پر اس سے متاثر نظر آ رہی تھی اور بالے بھی کچھ نہ کچھ متاثر ضرور تھا۔ اس کا یہ تاثر خصوصاً ایسے وقت تو اجاگر ہوئے بغیر نہ رہ سکا، جب وہ بڑی مونچھوں والا بھدی شکل کا آدمی فردوس کو بری طرح گھورنے لگا۔

"سالا جھڑوس۔" بالے پہلو بدل کر بڑبڑایا۔

"کیا بات ہے؟" فردوس نے چونک کر پوچھا۔

"وہ گلہری جیسی مونچھوں والا بھینسا۔" بالے نے اس آدمی کی طرف اشارہ کیا۔

"تمہیں گھور رہا ہے دیر سے۔"

"تو گھورنے دیجیے۔"

"ہائیں، گھورنے دیجیے۔" بالے چونک کر فردوس کی شکل دیکھنے لگا۔ "وہ کیا کرے گا؟ اس کی آنکھیں کمزور ہوں گی۔" فردوس مسکرائی۔

"اس کی آنکھوں کو تو فی سیکنڈ دس کلوواٹ کے حساب سے گرمی پہنچ رہی ہوگی، میڈم۔ میں یہ بدتمیزی برداشت نہیں کر سکتا۔" بالے تلملا کر اٹھنے لگا، لیکن فردوس نے ہی اس کا بازو تھام لیا اور اسے بٹھا دیا۔

"یہ مہذب لوگ کیا سمجھیں گے؟"

"میں اس کی واہی مونچھ اکھاڑ کر اس کی ہتھیلی پر چپکا دوں گا۔"

"آپ کیا مجھے تماشا بنانا چاہتے ہیں بھری محفل میں؟" فردوس بگڑ گئی۔

"واقعی عورت مرد کی سب سے بڑی کمزوری ہے۔" وہ بڑبڑاتا ہوا بیٹھ گیا۔

"کیا مطلب؟" فردوس کو کچھ ناگوار سا گزرا۔

"یہ لیجیے، آپ بھی ہتھے سے اکھڑیں، ارے بھئی، میں اس جنگلی سور کے لیے کہہ رہا تھا، جو اس ہوٹل کے شریفانہ ماحول کو نظر انداز کر کے تمہیں آنکھوں ہی آنکھوں میں کھائے جا رہا ہے۔" بالے نے بات اس آدمی پر پلٹا دی۔ اور فردوس کا غصہ کافور ہو گیا۔

Akram Allahabadi

بالے اس وقت اپنی اصلی شکل میں معمول کا لباس پہن کر آیا تھا اور مونچھی اس کا پرانا اڈا تھا۔ اس علاقے میں اس کا گزر نہ بھی ہوتو تب بھی وہ دو چار دن میں اس طرف ضرور آنکلتا تھا۔ ٹہلتے ٹہلتے شام کے اوقات میں تفریح کے لیے آنے والی کئی اینگلو انڈین لڑکیوں سے اس کی دوستی بھی تھی، لیکن جب وہی لڑکیاں بعض دوسرے مردوں سے بھی دلچسپی لینے لگیں تو اس نے انھیں کڑوے اخروٹ کی طرح اگل دیا۔ وہ اب بھی اسے حسرت بھری نظروں سے دیکھا کرتی تھیں، لیکن بالے نے اپنا رویہ ایسا بنا لیا تھا جیسے وہ انھیں پہچانتا ہی نہ ہو۔ یہ اس کی تنگ نظری تھی یا کردار پسندی، بہر حال وہ اپنی تمام تر بے تکلفیوں کے باوجود ان لڑکیوں کا احترام بھی کرتا تھا، جو باوقار اور ٹھوس کردار کی مالک ہوں۔ اور ہر وہ لڑکی اس کی نظر میں گر جاتی جو خود کو دوسروں کا تماشا بنانے کے لیے ترقی پسندی میں حد سے بھی گزر جائے۔ فردوس اس کا نیا تجربہ تھی، جسے وہ پوری سنجیدگی کے ساتھ اپنے دل کے قریب کرے یا نہ کرے، مگر ایک باوقار، نڈر، حاضر جواب اور مضبوط کردار کی لڑکی بنانا چاہتا تھا، مگر سر رحمت اللہ کی بندوق...؟ اور اب کے باری فردوس کی تھی۔ اس کے چہرے کی رنگت تبدیل سی ہونے لگی، کیونکہ بالے کی نظریں ہال میں داخلی دروازے سے داخل ہوتی ہوئی ایک سفید رنگ کی بہت خوبصورت لڑکی پر جم گئی تھیں۔ وہ واقعی تھی بھی اتنی خوبصورت کہ ہر نظر کم از کم ایک بار ضرور اس کے جلووں سے ٹکرا جائے۔ سفید اسکرٹ، سفید فراک مُس وہ ملائم سے باریک سفید دوپٹے کے ساتھ جیسے وینس کی روح معلوم ہو رہی تھی۔ اس بڑی مونچھوں والے آدمی کی نگاہیں بھی اس پر جم گئیں۔ اس لڑکی کے ساتھ ایک ادھیڑ عمر کا، مگر تندرست اور قد آور آدمی تھا جس کا سرخ چہرہ ڈاڑھی مونچھوں سے بے نیاز تھا۔ وہ سفید سرج کا سوٹ پہنے ہوئے تھا اور اس کے کوٹ کے کالر میں گلاب کا سرخ پھول دور سے بہت خوبصورت معلوم ہو رہا تھا۔

''زاغ کی چونچ میں انگور۔'' بالے نے کہا۔

''خدا کی قدرت۔'' فردوس نے جملہ پورا کر دیا۔ ''بڑی حسرت ہو رہی ہے آپ

کو۔'' اس نے چبھتا ہوا فقرہ کسا۔ جس پر بالے چونک پڑا۔

''حسرت... اوہ، مگر یہ شعر حسرت موہانی کا نہیں ہے۔''

''مجھے باتوں میں اڑا رہے ہیں آپ۔'' فردوس روٹھنے لگی۔

''لعنت ہے اس پر جو آپ کو اڑا دے، میں تو کچھ اور دیکھ رہا تھا۔''

''اس کا اندازِ خرام؟''

''قطعی حرام، یہ دیکھنا۔''

''تو پھر؟''

''میڈم۔'' بالے نے لمبی سی ٹھنڈی سانس کھینچی۔ ''حسرت ان الو کے پٹھوں پر ہے جو اس کا دھوکہ کھا گئے۔''

''تو کیا آپ اسے جانتے ہیں؟''

''فریبِ حسن۔''

''آپ کی باتیں اوٹ پٹانگ ہوتی جا رہی ہیں۔ آپ یہاں کیوں لائے تھے مجھے؟''

''تم پر دل وجان سے قربان ہونے کے لیے۔'' بالے نے اس کا موڈ اعتدال پر لانے کے لیے اندازِ گفتگو بدل دیا۔

''گھر جانا چاہتی ہوں۔''

''غصہ تھوک دو فردوس ڈارلنگ، میں نے تو مذاق کیا تھا۔''

''اونہہ، مذاق جو منہ میں آیا بک دیا۔''

''اے لو، وہ سالا بڑ مچھا اسے بھی گھور رہا ہے۔ ضرور کسی کے ہاتھ سے جوتے کھائے گا۔''

''ممکن ہے اسے اسی طرح دیکھنے کی عادت ہو۔''

Akram Allahabadi

"میں اس کی عادت ٹھیک کرسکتا ہوں۔"

"لیکن پھر وہ سلسلہ گفتگو روک کر اس سفید جوڑے کو دیکھنے لگا جس کے سامنے خود ہوٹل کا منیجر مؤدب ہو گیا تھا۔ دوسری میزوں کے کچھ لوگ بھی جو شاید اس شاندار آدمی سے واقف تھے اپنی جگہوں سے اٹھ اٹھ کر ادائے تعظیم کرتے جاتے تھے اور ایک خفیف سی مسکراہٹ کے ساتھ وہ سر ہلا کر ان کے سلام کا جواب دے رہا تھا۔

"کوئی اخروٹ ہے یہ۔" بالے بڑبڑایا۔ پھر وہ فردوس کو وہیں بیٹھنے کا اشارہ کر کے اٹھ کھڑا ہوا اور کاؤنٹر کی طرف چل آیا۔ وہ سفید جوڑا ایک دوسرے دروازے میں داخل ہو کر بلیئرڈ روم کی طرف چلا گیا۔

منیجر نے شاید اب تک بالے کو نہ دیکھا تھا، کیونکہ کاؤنٹر کی آڑ تھی۔ ویسے وہ بمبئی کی خفیہ پولیس کے اس شیطان کے نام کی طرح مشہور سارجنٹ کو اتنی اچھی طرح پہچانتا تھا کہ بالے کی شکل دیکھتے ہی اس کے ذہن میں کسی نئی آفت کا تصور رقص کرنے لگتا۔

"ہیلو بلی۔" بالے نے لاپرواہی سے اسے مخاطب کیا۔

"میرا نام بیلی ہے، بالے صاحب۔"

"بیلی بالے کی مادہ کو کہتے ہیں، آپ کیوں مفت میں اپنی توہین کراتے ہیں۔"

"پھر وہی مذاق، مجھے اس قسم کے ریمارکس بالکل پسند نہیں۔" منیجر چڑ گیا۔

"آہاہاہا، بس آ گئے نخرے۔ جیسے چودہ برس کی چھوکری ہو۔" بالے نے منہ بنا کر کیا۔

"یار خدا کے لیے یہ ہوٹل ہے۔"

"یہ ہوٹل خدا کے لیے نہیں ہے، بندوں کے لیے ہے۔"

"آخر چاہتے کیا ہو؟"

"وہ بڑ مچھا کون ہے؟" بالے کاؤنٹر پر ہی نصف کروٹ لے کر اس اجنبی کی طرف

اشارہ کر کے منیجر سے پوچھا۔

''میں خود بھی نہیں جانتا، آج ہی آیا ہے اور جب سے آیا ہے، اسی جگہ بیٹھا ہے، نہ کچھ آرڈر دیا ہے، نہ کسی سے گفتگو کی ہے۔''

''کچھ اور نہیں دیکھا تم نے؟''

''ہاں۔ چھوکریوں کو بری طرح گھورتا ہے۔''

''تو بھگاؤ نا باہر۔'' بالے نے نفرت بھری نظروں سے بڑی مونچھوں والے کو گھور کر منیجر سے کہا۔

''سالا لباس سے تو کوئی شاندار آدمی معلوم ہوتا ہے اور شکل سے اچھوت۔'' بالے بڑبڑایا۔

''ابھی ہز ہائنس نندور تشریف لائے ہوئے ہیں اور کم از کم ان کے ہونے تک میں ہوٹل میں کوئی گڑبڑ نہیں ہونے دینا چاہتا۔ یہ رئیس لوگ بڑے نازک مزاج ہوتے ہیں۔''

''کیا کہا تم نے؟ کون ہز ہائنس؟'' بالے چونک کر پوچھا۔

''ہز ہائنس نندور۔ ابھی دیکھا نہیں تم نے۔''

''وہ سفید سے؟'' بالے بولا۔ اس کا اشارہ ان کے لباسوں کی طرف تھا۔

''ہُم... وہی۔''

''یار آدمی بہت شاندار ہے اور بیوی بھی کیا ٹھاٹ دار ملی ہے قسمت کے سکندر کو۔''

''ہونہہ، بیوی، یہ تو کوئی پھنسی ہوئی چڑیا معلوم ہوتی ہے، مہارانی تو شاید لندن میں ہیں۔''

''یہ کب سے تشریف لائے ہیں یہاں؟'' بالے نے سوال کیا۔

''یہاں تو کبھی کبھی آجاتے ہیں۔''

''اور ٹھہرے کہاں ہیں؟''

Akram Allahabadi

''ٹھہرنا چہ معنی دارد، ان کی اپنی کوٹھی موجود ہے بمبئی میں۔'' منیجر نے گویا ہز ہائی نس نندور کی شان میں اور اضافہ کیا۔

''اوہ، تب تو موٹا مرغی ہے۔''

''ایسا ویسا، دل والا ہے، سارجنٹ۔ سال میں صرف چھ مہینے اور وہ بھی ریس کے ایام بمبئی میں گزارتا ہے۔ باقی نو مہینے اپنی اسٹیٹ میں اور بمبئی کا اسٹاف اس کوٹھی میں مزے اڑاتا ہے۔''

''تم بہت کچھ جانتے ہو اس کے بارے میں؟'' بالے نے طنزیہ لہجے میں پوچھا۔

''ہم لوگوں کا دھندا ہی یہی ہے۔'' منیجر مسکرایا۔

''خیر ہوگا، مزے اڑائیں سالے، ہمیں کیا۔'' بالے نے بے توجہی سے رخ پھیرتے ہوئے کہا۔ ''مگر میں اس بڑ منچھے کی کم از کم ایک مونچھ ضرور اکھاڑوں گا۔'' وہ پھر اس اجنبی پر غصہ اتارنے لگا۔

''خدا کے لیے یہاں کچھ نہ کرنا، بالے صاحب۔ بڑی بدنامی ہوگی ہوٹل کی۔''

''تو اٹھاؤ اسے یہاں سے۔''

''ہز ہائی نس کو چلے جانے دو۔''

''جہنم میں گئے تمہارے ہز ہائنس۔'' بالے اچانک بھڑک اٹھا۔ کیونکہ خلافِ توقع اب وہ آدمی اپنی میز سے اٹھ کر بالے والی میز پر آ بیٹھا تھا۔

یہ بات بالے کے لیے ناقابلِ برداشت ہوگئی۔ خود فردوس بھی اپنی کرسی پر پہلو بدل رہی تھی۔

''معاف کیجیے گا، میرا یہاں بیٹھنا آپ کو ناگوار تو نہیں گزرا؟'' اس نے بالے کو قریب آتے دیکھ کر نرم لہجے میں خود کہا۔

''جی، بہت ناگوار گزرا ہے۔ آپ اور کوئی میز تلاش کر لیجیے۔'' بالے نے غصے پر

بمشکل قابو پاتے ہوئے کہا۔

''لیکن مجھے یہی میز پسند ہے۔'' وہ آدمی ڈھٹائی سے بولا۔

''اے مسٹر، میں دوسرے طریقے بھی جانتا ہوں ہٹانے کے۔''

''چھی چھی... آپ کمزور آدمی معلوم ہوتے ہیں، کمزوروں کو غصہ جلدی آتا ہے۔''

''تو بتاؤں تمھیں اپنا زور؟'' بالے آستین چڑھانے لگا، لیکن منیجر موقع کی نزاکت کو محسوس کرتے ہوئے فوراً آ پہنچا۔

''ارے بھئی، کیا کر رہے ہیں آپ لوگ؟'' وہ درمیان میں آ گیا۔

''اسے ہٹا دو یہاں سے، ورنہ میں اس کا بھیجہ پلپلا کر دوں گا۔'' بالے نے منیجر سے کہا۔ اب کچھ اور آدمی بھی ان کی طرف متوجہ ہو چکے تھے۔

''یہ صاحب کافی بدتمیز معلوم ہوتے ہیں، حالانکہ میں انھیں اپنی صرف ایک مونچھ میں باندھ کر عاقبت کی سیر کرا سکتا ہوں۔'' بڑی مونچھوں والے نے مہذب پیرائے میں لہجے کو بدستور نرم رکھتے ہوئے منیجر سے کہا۔

''او بڑ پچھے۔'' بالے کے دماغ کا پارہ ۱۰۰ پر پہنچ گیا۔

''فارگاڈ سیک، بالے صاحب۔'' منیجر نے التجا کی۔ ''میں سمجھاتا ہوں انھیں۔''

''صاحب، آپ آخر اپنی میز چھوڑ کر یہاں کیوں آ بیٹھے ہیں؟'' منیجر نے اس آدمی سے پوچھا۔

''پسند ہے اپنی اپنی، آپ کا جی چاہے تو آپ کاؤنٹر، ماؤنٹ ایورسٹ پر جا بیٹھیے۔'' اس آدمی نے بے تو جہی سے جواب دیا۔

''یہ تو کوئی شریفانہ جواب نہ ہوا۔'' منیجر بھی تنک کر بولا۔

''تو آپ نے ریزرو کرا لیا ہوتا اپنے لیے۔''

''اب کر دیجیے۔''

Akram Allahabadi

''یہ خلاف دستور ہے۔''

''دستور حکومت بناتی ہے، آپ کو کیا حق ہے دستور بنانے کا؟ ہونہہ، چہ پدیاں چہ پدیوں کے شور بے۔'' وہ منیجر سے بحث کرنے لگا۔

''اوہ، آخر آپ سمجھتے کیوں نہیں؟'' منیجر جھنجلا گیا۔

''میں بہت سمجھتا ہوں، مسٹر، لیکن یہ میز اگر میری نہیں تو ان تیس مار خاں کی بھی نہیں ہے۔'' اس نے بالے کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

''آپ ایک پولیس سارجنٹ سے جھگڑا کر رہے مفت میں۔'' منیجر نے بالے کی سرکاری حیثیت سے ڈرانا چاہا۔

''کیا کہا...؟ پولیس سارجنٹ...؟ او، آہاہاہا...'' وہ قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔ ''لاحول ولا قوۃ، میں تو سمجھا تھا کہ معزز آدمی سے ٹکر ہوئی ہے۔''

اس کے جواب نے بالے کو اور بھی چراغ پا کر دیا۔ اس کا غصہ قابو سے باہر ہو گیا۔ فردوس بھی پریشان سی کھڑی ان کی صورتیں دیکھ رہی تھی۔

''جانے دیجیے نا، آؤ ہم چلیں۔'' وہ بالے کو روکتے ہوئے بول اٹھی۔

''ابے او معزز آدمی کی دم۔'' بالے منیجر کو ایک طرف دھکیلتے ہوئے اس آدمی پر پل پڑا، لیکن نتیجہ برخلاف نکلا۔ بالے کو اپنے دائیں ہاتھ کے گھونسے پر بڑا بھروسا تھا، لیکن دوسرے لمحے اسے ہال کی چھت گھومتی معلوم ہونے لگی۔ اس آدمی نے ایک اور گھونسا بالے کے رسید کرنا چاہا، لیکن اسی وقت کسی کی تالیوں نے اس کی توجہ اپنی طرف منعطف کر لی۔

بلیئرڈ روم کے دروازے سے نکل کر ہز ہائی نس نندور اس منظر کو دیکھ رہے تھے۔ شاید وہ شور سن کر باہر نکل آئے تھے۔ ان کی پری رخ سفید محبوبہ ان کے ساتھ تھی اور تالی ہز ہائی نس نندور نے ہی بجائی تھی۔

''وہاٹ اے فائن ڈوئل۔'' راجہ صاحب نندور نے اپنی ساتھی کی طرف گھوم کر ہنستے

ہوئے کہا۔لیکن اس کے لبوں پر خفیف سی مسکراہٹ بھی نہ ابھری۔شاید وہ ضرورت سے زیادہ مغرور یا پھر سنجیدہ تھی۔

''ہونہہ۔''بڑی مونچھوں والے نے ادھر دیکھ کر کہا، لیکن دوسرے لمحے بہت زور سے سب لوگ ہنس پڑے اور بہت سے تعجب میں پڑ گئے، جب انھوں نے اس بھاری ڈیل ڈول کے سنجیدہ اور غصہ ور منچھے کو جو لباس سے خاصا با حیثیت آدمی معلوم ہوتا تھا، مجمع کی طرف دیکھ کر زبان چڑاتے دیکھا۔پھر وہ سارجنٹ بالے پر ایک نظر ڈالتا ہوا بھاری قدم رکھتا ہال سے باہر نکل گیا۔یہ سب کچھ اتنے قلیل عرصے میں ہوا کہ بالے کے حواس بھی اس وقت تک درست نہ ہو سکے تھے، لیکن اس کے جاتے ہی بالے سر جھٹک کر پھر سیدھا ہو گیا۔اس نے اپنے چاروں طرف دیکھا۔لوگ اسے اس مسکراتی ہوئی نظروں سے دیکھ کر شاید اس کا مذاق اڑا رہے تھے۔

''میں اس کی ہڈیوں کا سرمہ بنا دوں گا۔''

''جانے دیجیے سارجنٹ صاحب۔وہ کوئی فرینکسین معلوم ہوتا ہے۔''منیجر نے طنزیہ لہجے میں فقرہ کسا۔لیکن ان جملوں نے بالے کو اور مشتعل کر دیا۔

''فردوس، تم گھر چلی جاؤ، میں اس سے آج نپٹے بغیر نہ رہوں گا۔''وہ فردوس سے بولا۔

''نہیں، میں آپ کو نہیں جانے دوں گی۔''فردوس ضد کرنے لگی۔

''تم ضد نہ کرو، یہ میری عزت کا معاملہ ہے۔میں اسے اس طرح نہیں جانے دوں گا۔''بالے اپنا ہاتھ چھڑاتے ہوئے بولا۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

ہز ہائی نس جھینگا پٹم

لیکن اسی فرحت ہوٹل کے داخلی دروازے سے چند آدمی اندر آ پہنچے۔ یہ فوجی افسروں جیسی وردیاں پہنے ہوئے تھے اور گھبرائے ہوئے سے معلوم ہوتے تھے۔ ہال میں بیٹھے ہوئے لوگ چونک کر انھیں دیکھنے لگے۔ وہ سیدھے منیجر کی طرف بڑھنے لگے۔ منیجر اب کاؤنٹر کے قریب جا کھڑا ہوا تھا۔ اور راجہ صاحب نندور پلٹ کر بلیئرڈ روم میں جانے ہی والے تھے کہ ان نو واردوں کو دیکھ کر رک گئے۔ حیرت کی بات یہ تھی کہ ان تمام پانچوں آدمیوں کی مونچھیں بھی بڑی بڑی تھیں۔ وہ یکساں لباس میں تھے۔

''کیا ہز ہائی نس یہاں تشریف لائے تھے؟'' ان میں سے ایک نے منیجر سے پوچھا۔

''ہز ہائی نس۔'' یہ کہہ کر منیجر نے ہز ہائی نس نندور کی طرف دیکھا۔

''او نہیں، ہم ہز ہائی نس جھینگا پٹم کے بارے میں دریافت کر رہے ہیں؟''

''ہز ہائی نس جھینگا پٹم؟'' منیجر نے حیرت سے دہرایا۔ دوسرے لوگ خموشی سے سن رہے تھے اور بالے بھی ایک لمحے کے لیے ادھر متوجہ ہو گیا۔ اسے دراصل ان پانچوں کی مونچھوں نے اپنی طرف متوجہ کیا تھا۔

ان کی زندگی میں یہ پہلی اور شرمناک شکست تھی، جب اتنے بہت سے آدمیوں اور بالخصوص ایک عدد خوبصورت لڑکی کے سامنے اس کی بہادری کی مٹی پلید کی گئی ہو۔ راجہ صاحب نندور بھی ان افسروں کی یہ گفتگو توجہ سے سننے لگے۔

''شاید آپ نہیں جانتے۔'' وہ افسر بولا۔ ''یہ دیکھیے۔'' یہ کہہ کر اس نے اپنی جیب سے ایک فوٹو نکال کر منیجر کے سامنے کر دیا۔ جسے دیکھ کر مسرت سے وہ تقریباً اچھل پڑا۔

Akram Allahabadi

''تو وہ...وہ ہز ہائی نس جھینگا پٹم تھے؟'' وہ آنکھیں پھاڑ کر بولا۔

''وہ کون؟''

''ابھی ابھی وہ یہاں سے گئے ہیں۔ دیر سے وہ ایک معمولی آدمی کی طرح اس میز پر بیٹھے تھے، بلکہ...انھوں نے یہاں ایک پولیس سارجنٹ سے جھگڑا بھی کیا۔'' منیجر نے دانستہ بات بالے کے حق میں گھما دی۔

''اوہ، یہی تو بدنصیبی ہے۔'' وہ افسوسناک لہجے میں بولا۔

''یعنی...؟'' راجہ صاحب نندور بھی یہ کہتے ہوئے قریب آ گئے۔ وہ اس عجیب واقعے سے کافی دلچسپی لے رہے تھے۔

''آپ ہز ہائی نس نندور ہیں۔'' منیجر نے مؤدب ہو کر ان افسروں سے راجہ صاحب نندور کا تعارف کرایا۔

''یور ہائی نس۔'' ان پانچوں نے بیک وقت اٹینشن ہو کر سلام کیا۔

''تو وہ ہز ہائی نس جھینگا پٹم تھے؟'' راجہ صاحب نندور نے دریافت کیا۔

''یس، یور ہائی نس۔ دراصل ٹریجڈی یہ ہے کہ پچھلے دو سالوں سے ان کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ عجیب عجیب حرکتیں کرتے ہیں۔ ایک ہفتہ ہوا جب اچانک بمبئی چلے آئے اور ہم لوگ انھیں تلاش کرتے ہوئے یہاں تک پہنچے تو اب ہم سے بھی بھاگتے پھر رہے ہیں۔'' فوجی افسر نے بتایا۔

''بڑی افسوسناک بات ہے یہ تو۔'' راجہ نندور نے سنجیدگی سے کہا۔

''لیکن دماغ کیسے خراب ہو گیا؟''

''یہ بھی کچھ عجیب سی بات ہے، یور ہائی نس۔ ایک دن انھوں نے گلاس سلیپر (Glass Slipper) نامی ایک ایک امریکی فلم دیکھی تھی۔ اس دن سے نہ جانے کیا بات سمائی دماغ میں کہ محل سے نکل کر ادھر ادھر جا کر کسی سنڈریلا کو تلاش کرنے لگے۔ اور جب ان کا

زبردستی علاج کرایا گیا تو اسی دوران ایک حادثے میں وہ واقعی پاگل ہو گئے۔"

"ایسا پاگل پن تو کبھی سننے میں نہیں آیا۔" راجہ صاحب نندور نے کہا۔

بالے اب قریب آ کر ان کی گفتگو سننے لگا تھا۔ دوسرے لوگ بھی توجہ سے سن رہے تھے اور وہ سفید پوش حسینہ لوکی اب بھی راجہ صاحب نندور کے ساتھ تھی۔

"دراصل پہلے یہ سنک صرف کسی سنڈریلا کی تلاش تک محدود تھی، لیکن اسی دوران میں کار کا ایک حادثہ آ گیا، جس میں ڈاکٹروں کے بقول ان کے دماغ کو شدید جھٹکا لگا اور تب سے ان کا توازن بگڑ گیا ہے۔" فوجی افسر نے تفصیل بتائی۔

"ان کی اسٹیٹ کہاں واقع ہے؟"

"مدراس کے شمال میں ہے، چھوٹی سی ایک کافی خوشحال ہے۔"

"وہ لیجیے، وہ پھر آ پہنچے۔" اچانک منیجر کے منہ سے نکلا، جس کے ساتھ ہی سب کی نگاہیں دروازے کی طرف گھوم گئیں۔ وہ بڑی مونچھوں والا اجنبی اس وقت ہاتھ میں بندوق لیے اندر داخل ہو رہا تھا۔

"کہاں ہے وہ پدی کا شوربہ؟" وہ اندر گھستے ہی بالے کو تلاش کرنے لگا۔

"میں نے آپ سے کہا تھا نہ کہ چلے چلیے۔" غردوس پریشان ہو کر بالے سے بولی۔

"گھبراؤ نہیں، میرے پاس پستول ہے۔ آج میں ان راجہ صاحب کا دماغ ٹھکانے لگا دوں گا۔" وہ آہستہ سے بولا۔ "بلا سے جیل جانا پڑے مجھے۔" وہ بڑبڑایا۔

"یور ہائی نس۔" وہ پانچوں آدمی اس کی طرف گھوم کر اس کے سامنے ادب سے جھک گئے۔

"اوہ، تم لوگ یہاں بھی آ پہنچے۔ میں نے تو تمہیں اونٹ کے انڈے لانے کے لیے بھیجا تھا؟" ہز ہائی نس جھینگا پٹم نے ان سے ڈانٹ کر پوچھا۔

"ہم لے آئے ہیں، یور ہائی نس۔"

Akram Allahabadi

''تو اس میں سے بچے نکال کر ہمارے دوست لارڈ کنٹر بری کو لندن پارسل کر دو۔''

وہ بالے کو بھول کر اپنے آدمیوں سے بات کرنے لگا۔

''ایسا ہی ہوگا، یور ہائی نس۔'' فوجی افسر نے کہا۔ ''لیکن اب کی آپ آرام نہیں فرمائیں گے؟''

''کیوں نہیں فرمائیں گے، لیکن پہلے ہم ایک شیر مارنا چاہتے ہیں۔ کہاں گیا وہ؟ ہم اسی جنگل میں دُم جھاڑتا چھوڑ گئے تھے۔''

وہ چاروں طرف ویران سی نظروں سے دیکھنے لگا۔

''خادم حاضر ہے، راجہ صاحب۔'' بالے خود سامنے آ گیا۔

''تم...؟ تم کون ہو؟ کیا چاہیے؟'' وہ اسے نظر انداز کرتے ہوئے بولے۔

''میں ہی وہ شیر ہوں جسے آپ دم جھاڑتا ہوا چھوڑ گئے تھے۔'' بالے نے چبھتے ہوئے انداز میں کہا۔

''تم... شیر؟'' ہز ہائی نس جھینگا پٹم نے قہقہہ مار کر کہا۔ ''ارے، تم خود کوئی آدمی معلوم ہوتے ہو۔'' وہ بے تکلفی سے بالے کی پیٹھ پر ہاتھ مار کر بولے۔ لیکن خدا جانے کس بلا کی طاقت تھی اس ادھیڑ عمر دیوانے میں کہ بالے کا کلیجہ تک ہل گیا۔

''خیر خیر، جانے دو بھاگ گیا تو۔ ہاں تو... آؤ آؤ، بیٹھو، سب بیٹھو۔''

وہ بالے کو بازو سے تھام کر ایک میز کی طرف بڑھتے ہوئے بولے۔ ''میں تم سے شادی کروں گا۔'' انھوں نے آہستہ سے بالے کے کان میں کہا۔ جس پر بالے بجائے اور مشتعل ہونے کے ہنس پڑا۔

''تم ہنستے ہو، چھی چھی، بائی کاٹ، جاؤ، تم بھی ان ہی سوروں میں مل جاؤ جو ہمیں پاگل سمجھتے ہیں، جاؤ۔'' یہ کہتے کہتے ہز ہائی نس جھینگا پٹم کا موڈ خراب ہو گیا۔ بالے مسکراتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ یہ جان لینے کے بعد کہ ایک پاگل سے پالا پڑا ہے، وہ اب اپنے غصے کی آگ پر

Akram Allahabadi

قابو پا چکا تھا۔

''یور ہائی نس، آپ کی سواری حاضر ہے۔'' ایک افسر نے آگے بڑھ کر کہا۔

''تم پر سواری کروں گا میں؟ ہشت، تم گدھے ہو۔

''اتنے میں راجہ صاحب نندور بالکل قریب آ گئے۔ منیجر ان کے پیچھے تھا۔ لوگ ادب سے ادھر ادھر ہٹ گئے، لیکن ہز ہائی جھینگا پٹم نے انھیں اس طرح دیکھا جیسے کوئی بات ہی نہ ہو۔

''یور ہائی نس۔'' راجہ صاحب نندور نے خود ہی انھیں مخاطب کیا۔

''آپ کو کیا تکلیف ہے؟'' ہز ہائی نس جھینگا پٹم نے آنکھیں مچکا کر عجیب لہجے میں پوچھا۔

''میں تعارف کرا دوں اگر اجازت ہو تو؟'' منیجر آگے بڑھ آیا۔ راجہ صاحب نندور نے مسکرا کر سر ہلایا۔

''حضور، نندور اسٹیٹ کے راجہ صاحب ہز ہائی نیس راؤ جی بلکر آپ سے مخاطب ہیں۔'' منیجر نے آگے بڑھ کر ادب سے تعارت کرایا۔

''آپ سے کہہ دیجیے کہ ہمیں مل کر بہت خوشی ہوئی۔ کیوں، دیوان جی؟'' ہز ہائی نس جھینگا پٹم نے یہ کہہ کر اپنے ایک بڑی مونچھوں والے افسر سے پوچھا۔

''دریں چہ شک، یور ہائی نس۔''

''دری تو شک، ہونہہ، آپ عجیب بد مذاق آدمی ہیں۔ راجاؤں کی ملاقات میں دری تو شک کا کیا کام؟'' راجہ صاحب جھینگا پٹم اپنے افسر سے بگڑ گئے۔

''غلطی ہوئی، حضور۔'' افسر نے سنجیدگی کے ساتھ معافی طلب کی۔

''معاف کیا، آئندہ نہ ہو۔'' یہ کہہ کر ہز ہائی نس نندور کی طرف مخاطب ہو گئے۔ بالے کو تو وہ اس طرح بھول گئے تھے جیسے کبھی دکھا بھی نہ ہو۔

Akram Allahabadi

''آپ چلتے کیوں نہیں؟'' فردوس نے بالے کا ہاتھ پکڑ کر پوچھا۔

''ایک کیس کی تحقیق کے لیے مجھے یہاں ٹھہرنا چاہیے۔'' بالے نے چپکے سے اس کے کان میں کہا۔

''اونہو، بس ہر وقت ڈیوٹی، آپ آدمی ہیں یا...'' وہ کھسیانی ہو کر کہتے کہتے رک گئی۔

''ٹیک اٹ ازی، بے بی۔ ہم بہت جلد پھر ملیں گے، اس وقت تم گھر چلی جاؤ۔ آؤ، میں تمہیں رخصت کر دوں۔''

''ہونہہ۔'' فردوس نے برا سا منہ بنالیا۔ ''میں خود جا سکتی ہوں، اس قدر تکلف کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔'' یہ کہہ کر وہ جھنجلائی ہوئی باہر نکل گئی اور خلاف توقع بالے نے اسے روکا بھی نہیں۔ دراصل وہ خود بھی اس وقت اسے ٹالنا چاہتا تھا، کیونکہ اس کی غیر موجودگی میں وہ اس سفید پوش لڑکی کو جو خدا جانے مہارانی نندور تھی یا راجہ صاحب نندور کی محبوبہ اچھی طرح دیکھنا چاہتا تھا۔ اس کے خدوخال کسی حد تک ممتاز سے ملتے جلتے تھے، لیکن وہ بالکل مطابقت پھر بھی نہ رکھتی تھی۔ اور اس قدر مشابہت نہ ہی اس شبیہ کو یقین میں بدل سکتی تھی اور نہ اسے ختم کر سکتی تھی۔ وہ اب اطمینان سے اس کی شکل دیکھنے لگا۔ وہ اتنے بہت سے آدمیوں کی موجودگی میں کس قدر جھینپی معلوم ہو رہی تھی۔

منیجر کے تعارف کرا دینے کے بعد راجہ صاحب نندور شری ہز ہائی نس جھینگا پٹم کو اپنی اخلاقی زبردستی سے اس جگہ سے اٹھا کر اپنے ساتھ بلیئرڈ روم میں لے گئے اور لوگ اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھ گئے۔ آج کا واقعہ ان کے لیے ایک دلچسپ ڈرامے کی حیثیت رکھتا تھا اور اس وقت ہر میز پر اسی کے تذکرے ہو رہے تھے۔ منیجر اب پھر کاؤنٹر پر جا بیٹھا تھا۔ اور وہ پانچوں پڑی مونچھوں والے بلیئرڈ روم کے باہر ایک میز کے گرد بیٹھے گویا پہرہ دے رہے تھے۔ بالے منیجر کے پاس پہنچ کر کھڑا ہو گیا۔

''عجیب ہنگامہ رہا ہے۔'' منیجر اسے دیکھ کر مسکرا کر بولا۔

Akram Allahabadi

''مجھے ایک جگہ فون کرنا ہے۔'' بالے نے آہستہ سے کہا۔

''میرے آفس میں۔'' منیجر نے مختصراً کہا۔ اور بالے کاؤنٹر سے گھوم کر ایک چھوٹے سے دروازے میں داخل ہوگیا۔ اسے خان کو فون کرنا تھا، لیکن دوسری طرف سے جب اسے جواب ملا کہ سپرنٹنڈنٹ خان موجود نہیں ہیں تو اس نے یہ کہہ کر رسیور رکھ دیا کہ جب وہ آئیں تو مونجنی میں مجھے فون کرنے کو کہنا۔ پھر وہ ٹہلتا ہوا باہر نکل آیا۔ ہز ہائی نس جھینگا پٹم کے وہ پانچوں باڈی گارڈ آپس میں کسی مسئلے پر آہستہ سے گفتگو کر رہے تھے۔ بالے ان کے قریب سے گزرتے ہوئے ایک جملہ سن کر چونک پڑا۔ ان میں سے ایک کہہ رہا تھا۔

''آیا سالا۔''

''آپ کو کسی سالے کا انتظار ہے؟'' بالے وہیں رک کر انھیں ٹوک بیٹھا۔

پانچوں چونک کر پہلے اسے، پھر ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔

''آپ کی تعریف؟'' ان میں سے ایک نے بالے کی طرف اشارہ کر کے دوسرے سے پوچھا۔

''مجھے والد صاحب کہتے ہیں، آپ کو کوئی اعتراض ہے؟'' بالے نے جلے ہوئے لہجے میں کہا۔

''قطعی نہیں، قطعی نہیں۔ والد بغیر شجرہ نامکمل رہتا ہے، کیوں افروز خاں؟'' وہ اپنے ساتھی کی طرف گھوم کر بولا۔

''بالکل بالکل۔'' دوسرا سنجیدہ لہجے میں بولا۔ ''نظامِ قدرت ہے۔''

''آپ تشریف رکھیں گے، قبلہ والد صاحب؟'' پہلے نے الفاظ چبا کر ادا کیے۔

''آپ لوگ کون ہیں؟'' بالے سوال کرتا ہوا وہیں کرسی پر بیٹھ گیا۔

''پہلے آپ بتایئے؟''

''میں پولیس سارجنٹ ہوں۔''

Akram Allahabadi

''ہم لوگ ہز ہائی نس جھینگا پٹم کے باڈی گارڈ ہیں اور یہ ہمارے انچارج آفیسر ہیں۔''اس آدمی نے اب تک خاموش بیٹھے ہوئے ایک آدمی کی طرف اشارہ کیا۔

''کیا یہ مونچھیں آپ کی اسٹیٹ کی خصوصیات ہیں؟''

''اوہ، یہ دراصل ہائی نس ہر اس آدمی کو مرد تسلیم کرتے ہیں جس کے منہ پر شاندار مونچھیں ہوں۔ہمیں ان کی ہر خوشی پوری کرنی پڑتی ہے۔ان کے حکم کے مطابق ریاست کے ہر مرد کو مونچھیں رکھنی پڑتی ہیں، ورنہ اسے مرد انے نام سے مخاطب نہیں کیا جاسکتا۔''اس افسر نے سنجیدگی سے بتایا۔

''آپ لوگ یہاں ٹھہرے کہاں ہیں؟''

''معاف کیجیے، اخلاقی حیثیت سے ہم نے آپ سے اس قدر گفتگو کر لی، ورنہ اس قسم کے سوالات ہماری کھلی توہین ہے۔آپ کیوں پوچھ رہے ہیں یہ باتیں؟''وہ الٹا بالے ہی سے سوال کر بیٹھا۔اور بالے کو سوچنا پڑا کہ واقعی اس وقت ان اجنبیوں سے اس قسم کے سوالات کرنے کا حق نہیں ہے۔

''آپ لوگ غلط سمجھے رہے ہیں۔آپ کی دلچسپ شخصیتوں نے مجھے آپ کے بارے میں کچھ جاننے کے لیے متوجہ کیا تھا، برا مانتے ہیں تو نہ بتایئے۔''یہ کہہ کر اٹھ کھڑا ہوا اور وہ پانچوں بغیر کچھ کہے یا جواب دیے برا سا منہ بنا کر اسے دیکھتے ہوئے پھر آپس میں کچھ باتیں کرنے لگے۔بالے نے دراصل انھیں قریب سے اور بغور دیکھنے کے لیے وہاں بیٹھنے کا سہارا لیا تھا۔ویسے وہ خوامخواہ آج کسی سے الجھ پڑنے کے موڈ میں تھا۔آج ہز ہائی نس جھینگا پٹم نے جنہیں وہ اب ان کے پاگل پن کی وجہ سے اپنے تئیں معاف کر چکا تھا، خاصی انسلٹ کر دی تھی۔

☆☆☆☆☆☆

ابھی چند منٹ ہی گزرے تھے کہ اچانک بلیئرڈ روم میں کچھ شور سنائی دیا۔ اور پھر بیر پٹکتے ہوئے ہز ہائی نس جھینگا پٹم باہر نکل آئے۔

''لاحول ولاقوۃ، عورت ہے یا سفید بلی۔ تفنگ خاں، تفنگ خاں۔'' وہ غصے بھرے انداز میں اپنے آدمیوں کی طرف چیخے اور ان پانچوں میں سے، جو انھیں دیکھ کر ادب سے کھڑے ہو گئے، ایک 'یس یور ہائی نس' کہتا ہوا آگے بڑھ آیا۔

''وہ سفید بلی ہمیں گھورتی ہے اور راجہ صاحب نندور کہتے ہیں ہم دلچسپ آدمی ہیں۔ کیا سمجھا ہے ان لوگوں نے ہمیں؟ کیا ہم کسی عجائب خانے کے جانور ہیں؟''

''کس کی مجال ہے جو یہ سمجھے، حضور۔'' تفنگ خان نے سنجیدہ اور مؤدب لہجے میں کہا۔

''تو کیا کسی میں سمجھ نہیں؟ سب بیوقوف ہیں؟ تم بھی بیوقوف ہو، بلکہ گدھے ہو اور گدھے ہی کیا، تم گدھے کی بھی بیٹ ہو۔''

''بے شک، یور ہائی نس۔'' تفنگ خان نے سنجیدگی سے کہا۔

''مگر ہم یہاں کیوں آئے تھے؟'' راجہ صاحب سوچ میں پڑ گئے۔

''اوہ، وہ سفید بلی ہمیں گھورتی ہے کھا جائے گی، دیکھو نا ہم دو اونچ دبلے ہو گئے۔ ہم دبلے ہو گئے۔'' یہ کہتے ہوئے راجہ صاحب نے سسکیاں بھر کر رونا شروع کر دیا۔ یہ دیکھتے ہی ان کے پانچوں باڈی گارڈ نے بھی اپنی جیب سے رومال نکال لیے اور روندھے منہ بنا کر نقلی آنسو پونچھنے لگے۔

''ارے، تم کیوں رو رہے ہو، نالائقو؟ یعنی کہ قاضی کیوں دبلے، شہر کے انڈے سے... چھی چھی... رونا کام ہے بچوں کا... رونا کام ہے بچوں کا۔'' راجہ صاحب نے اچانک بچوں کی طرح تالیاں بجا کر گانا شروع کر دیا اور اپنی جگہ پر ہی اچھلنے لگے۔

''گانا گاؤ، رونا کام ہے بچوں کا، گاؤ، سورو۔'' راجہ صاحب نے اپنے آدمیوں کو

ڈانٹا۔اور وہ پوری سنجیدگی سے اس پاگل پن میں ہز ہائی نس جھینگا پٹم کے شریک ہو گئے۔یہ تماشا دیکھنے کے لیے راجہ صاحب نندور پھر باہر نکل آئے تھے اور ان کی سفید پوش ساتھی کا ہنسی کے مارے برا حال ہو رہا تھا۔منیجر کبھی حیران رہ جاتا اور کبھی ہنسنے لگتا۔ہوٹل کے ہال میں باقی رہ گئے لوگ اپنی اپنی جگہوں پر کھڑے ہو کر یہ عجیب تماشا دیکھ رہے تھے اور راجہ صاحب جھینگا پٹم کے پانچوں ہٹلری مونچھوں والے باڈی گاڈ اس سے قطع نظر کہ لوگ ان پر ہنس رہے تھے، بڑی سنجیدگی سے راجہ صاحب کی نقل کرتے ہوئے آہستہ آواز میں گا رہے تھے۔

''رونا کام ہے بچوں کا...''

''چھی چھی... چھ'' آواز راجہ صاحب جھینگا پٹم کے حلق میں اٹک گئی۔ان کی نظر ہز ہائی نس نندور کی سفید پوش ساتھی پر پڑ گئی تھی۔

''سفید بلّی۔'' وہ عجیب سے انداز میں بولا۔دانتوں میں انگلی دے کر حیرت سے بڑبڑائے۔''بھاگو، بھاگو۔'' وہ چیختے ہوئے دروازے سے ہال کے باہر نکل گئے۔ان کے پانچوں آدمی ان کے پیچھے تھے۔ان لوگوں کے چلے جانے کے بعد ہال کی کیفیت پھر اعتدال پر آ گئی۔

''عجیب آدمی ہے۔'' راجہ صاحب نندور یہ کہتے ہوئے منیجر کی طرف مخاطب ہوئے۔

''ڈرائیور سے کہلا دیجیے، کار پورٹیکو میں لگا دے۔'' انھوں نے منیجر کو ہدایت کی۔

''بہت خوب، یور ہائی نس۔''

اور کچھ دیر بعد جب ہز ہائی نس نندور کی شاندار کیڈلک کار مونجنی سے روانہ ہو کر نیپئر روڈ پر دوڑ رہی تھی، سارجنٹ بالے خان کی لیڈو باڈی شیورلیٹ میں کافی فاصلے سے اس کا تعاقب کر رہا تھا۔نندور کے تذکرے نے اس کے ذہن سے اس پاگل قسم کے ہز ہائی نس جھینگا پٹم کو بھی فراموش کر دیا تھا، جس نے مونجنی میں اس کی خاص انسلٹ کی تھی۔اس پر صرف ایک

دھن سوار تھی۔اس سے قبل کہ خان کی توجہ ان حالات کی طرف معطف ہو، وہ خود ہی کوئی شاندار تیر مار لے تا کہ اس کے اعمال نامے میں ایک انڈی پینڈنٹ رکارڈ کا اضافہ ہو جائے۔ نیلی کیڈلک اب شہر کے مرکزی علاقے سے گزرتی ہوئی نمبر ۱۱ ہائی پر دوڑ رہی تھی۔اس طرف کافی سناٹا تھا۔یہاں سے چھوٹے بڑے نئے پرانے ڈیزائن کے بنگلوں کی دو طرفہ قطاریں شروع ہوتی تھیں۔یہ علاقہ شہر کے دولتمند اور بااثر طبقے کی آبادی پر مشتمل تھا۔یہاں مختلف ریاستوں کے شہزادگان اور حکمرانوں کی کوٹھیاں بھی تھیں۔جہاں وہ سال میں چند مہینے تفریح کے لیے وہ ضرور آجایا کرتے تھے،لیکن خلاف توقع راجہ صاحب نندور کی کار کسی کوٹھی کے سامنے رکنے کی بجائے ایک فلیٹ سسٹم والی سہ منزلہ عمارت کے دروازے پر رکی۔بالے نے اس وقت بڑی پھرتی سے اپنی کار ایک بنگلے کے کھلے احاطے میں گھما دی، ورنہ یا تو اسے سڑک پر گاڑی روکنے پر کسی شبے کا شکار ہونا پڑتا، یا پھر گاڑی آگے نکال لے جانی پڑتی۔وہ اپنی گاڑی اسی احاطے میں چھوڑ کر باہر نکل آیا۔شاید اس بنگلے کے مکین سکون کی نیند سو گئے تھے، کیونکہ کھڑکیوں میں بہت مدھم روشنی نظر آرہی تھی، جو عموماً زیرو وولٹ بلب کی ہوتی ہے۔

اس نے دیوار کی اوٹ سے جھانک کر دیکھا۔کھلی کیڈلک اس وقت خالی تھی۔جس کا مطلب یہ تھا کہ وہ دونوں گاڑی سے اتر کر سہ منزلہ عمارت میں گئے ہیں۔وہ یونہی کسی راہ پر چلتے آدمی کی طرح ایک جگہ رک گیا۔اپنے جوتے کے بند کھولنے شروع کر دیے کبھی باندھنے لگتا، لیکن ابھی بمشکل دو منٹ بھی نہ گزرنے پائے تھے کہ اس عمارت کے دروازے پر راجہ صاحب نندور کا سفید سوٹ چمکا۔اور پھر وہ اکیلے ہی اپنی کار میں بیٹھ کر آگے کی طرف روانہ ہو گئے۔ بالے نے کچھ سوچ کر یہیں سے ہز ہائی نس نندور کا تعاقب منقطع کر دیا۔وہ وہیں سے اپنی کار لے کر پلٹا۔سب سے پہلے اس نے اس علاقے کے پولیس اسٹیشن کے انچارج انسپکٹر رازداں سے ایک سفید پوش سپاہی لے کر اسے اس سہ منزلہ عمارت کی نگرانی پر لگا دیا اور خود کسی خوش آئند خیال سے گنگناتا ہوا کار کو خان کے بنگلے کی طرف ڈرائیو کرنے لگا۔اگر ایک والئی ریاست کا

معاملہ نہ ہوتا تو شاید اس نے اس لڑکی یا عورت کو قریب سے دیکھنے کی کوشش کی ہوتی، لیکن سرِ دست یہ اس کے بس کی بات نہ تھی، اس لیے اس نے آج کی کاروائی بس اسی حد تک محدود رکھی۔ وہ سپرنٹنڈنٹ خان کو یہ جتانے جا رہا تھا کہ آج کی شام اس نے بیکار نہیں ضائع کی اور فردوس کے ساتھ مونجنی کی تفریح بھی ایک مقصد بلکہ مصلحت رکھتی تھی۔ حالانکہ جو کچھ ہوا تھا، وہ محض ایک اتفاق تھا اور وہ اس اتفاق کا سہرا زبردستی اپنے سر باندھنے پر تلا ہوا تھا۔

مگر جس وقت وہ کار باہر کھڑی کر کے خان کے بنگلے میں داخل ہوا تو خان کے ایک ہی جملے نے اس کا سارا نشہ کرکرا کر دیا۔

''معلوم کر آئے، مہاراجہ آف نندور کی محبوبہ کا پتا؟'' خان مسکرا کر بولا۔

''آ...آپ بھوت ہیں؟''

''جو کچھ سمجھ لو۔''

''لاحول ولاقوۃ۔ میری اتنی ڈھیر سی محنت گٹر میں گئی۔''

''اور وہ بھی تو شاید تمہاری محنت ہو گی جو جوتے کھاتے وقت تمہیں کرنی پڑی۔ اسے محنت نہیں، حرامخوری کہتے ہیں۔''

''بہتر ہے، میں بحقِ پولیس ڈپارٹمنٹ اس پارفاتحہ پڑھے دیتا ہوں۔''

''اس پاگل مہاراجہ کا تو میں خود کوئی علاج کرلوں گا، میرے خیال میں تم اس سفید لڑکی کے نزدیک رہنا پسند کرو گے۔''

''جی، ذرا مکرر ارشاد ہو۔''

''راجہ صاحب نندور کی محبوبہ۔''

''ارے واہ، اس پر تو میں اپنی پچھلی سات پشتوں سے فدا ہو چکا ہوں۔''

''تو پھر؟''

''میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔''

Akram Allahabadi

''اس کے لیے تمہیں ہز ہائی نس نندور سے ٹکر لینی پڑے گی۔اسی طرح جس طرح سیٹھ فضل بھائی نے کسی ممتاز کے لیے ٹکر لی تھی۔''

''مجھے سوچنا پڑے گا۔''

''کیوں، ہو گیا جذبۂ عشق سرد؟''

''میں اگر اتنا غصیل ہو گیا تو میری آل اولاد کو کون سنبھالے گا؟''

''جب پیدا کرنا، تب سوچنا۔بہر حال میں چاہتا ہوں کہ تم آج ہی اس سے ملاقات کرو۔''

''آپ، قسم کی خدا کی آدمی نہیں ہیں۔''

''تو پھر کیا نظر آتا ہوں تمہیں؟''

''یعنی کہ آپ کو کیسے معلوم کہ کیا ہوا؟''

''کسی خوبصورت لڑکی کو لے کر گھومو گے تو دنیا والے تمہاری خاطر اپنی آنکھیں تو نہ پھوڑ ڈالیں گے۔''

''ارے، یعنی کہ آپ سب جانتے ہیں۔''

''چونکہ ہز ہائی نس جھینگا پٹم تھا اس لیے ڈر گئے، یہی کہنا چاہتے ہو نا۔''

''آپ بھی کمال کرتے ہیں، جیسے خود وہاں موجود ہو کر دیکھا ہو۔''

''میں گھر بیٹھ کر دنیا دیکھتا ہوں، بیٹے۔اچھا، اس مونچھوں والے پاگل مہاراجہ کے متعلق کیا خیال ہے تمہارا؟''

''قطعی پاگل۔'' بالے نے ہاتھ جھٹک کر جواب دیا۔

''مجھے اس کا پاگل پن پراسرار معلوم ہوتا ہے۔'' خان نے اس کے چہرے پر نگاہیں گاڑتے ہوئے کہا۔

''تو لگا دیجیے نا کسی حرامخور کو اس کے پیچھے، بالے صاحب تو محنت کیا کرتے ہیں۔''

Akram Allahabadi

"اچھا تو میں تمہیں مہاراجہ نندور کے محبوبہ کے پاس بھیج رہا ہوں۔"

"یہ لیجیے سر منڈاتے ہی اولے پڑے۔"

"اور ہاں، وہاں تم ایک خطرناک اور انتہائی لوفر قسم کے بلیک میلر کی حیثیت س جاؤ گے اور چوروں کی طرح راجہ صاحب نندور کی محبوبہ سے ملاقات کرو گے۔"

"تب تو وہ مجھے منہ لگانا بھی پسند نہ کرے گی۔" بالے نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

"تو میں تمہیں رومانس فرمانے کے لیے نہیں بھیج رہا ہوں۔ تم اسے دھمکی دو گے کہ تم اس کا ایک راز جانتے ہو جس کے انکشاف پر وہ قانون کی گرفت میں ہوگی۔" خان نے آہستہ سے کہا۔

"میرا دل پروٹیسٹ کر رہا ہے۔ آپ ایک نازک اندام لڑکی کو میرے ذریعے خوفزدہ کرنا چاہتے ہیں۔"

"میں تمہارا چوکھٹا ٹیڑھا کر دوں گا۔" خان نے اسے ڈانٹا۔

"میرا چہرہ مثلث ہے، ویسے آپ فرماتے جایے۔"

"تم اس کو پرزور یقین کے انداز میں بتاؤ گے کہ تم جانتے ہو کہ وہی ممتاز ہے اور اس کی بدلی ہوئی شکل راجہ صاحب نندور کے ایماء پر رچایا ہوا ایک ڈھونگ ہے۔"

"یہ آپ ٹھونک رہے ہیں؟"

"جو کچھ کہہ رہا ہوں، بس وہ کرو۔ بکواس کی ضرورت نہیں۔"

"اور اگر وہاں پہلے سے کوئی سوا سیر موجود ہوا تو؟"

"تو عورت کی طرح گھونگھٹ کاڑھ کے بیٹھ جانا، ویسے میں زیادہ دور نہیں ہوں گا۔ ہاں تو تم اس سے اس راز کو راز ہی رکھنے کی قیمت ایک لاکھ روپیہ طلب کرو گے جو وہ خود دے یا راجہ صاحب نندور سے دلائے، لیکن اسے جتا دینا کہ اگر دھوکہ دینے کی کوشش کی گئی تو تم بہت خطرناک قسم کے بدمعاش ہو۔"

Akram Allahabadi

"ایک دم غلط، میں قطعی بدمعاش نہیں ہوں۔"

"پھر رگ ٹیڑھی ہوئی۔"

"بہتر ہے۔ تو اس میں ایک لاکھ میں سے ۵۰ ہزار میں اپنی شادی کے لیے لے لوں اور باقی آپ کو دے دوں۔"

"جی نہیں، اس ایک لاکھ سے میں آپ کا ایک شاندار مقبرہ تعمیر کراؤں گا تاکہ سند رہے اور احمقوں کے کام آئے۔"

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

تین جاٹ

''کیا رپورٹ ہے، رؤف خاں؟'' سپرنٹنڈنٹ خان نے آفس میں داخل ہوتے ہوئے رؤف کا سلام لے کر پوچھا۔

''میں نے شہر کے تقریباً تمام ہوٹل چیک کر ڈالے، صاحب، صرف ہوٹل ایورگرین میں ہی یہ پتا چلا ہے کہ وہاں پرسوں تک ایسے تین آدمی ٹھہرے ہوئے تھے جو کسی اسٹیٹ سے تعلق رکھتے تھے، لیکن ہوٹل کے رجسٹر میں جس اسٹیٹ کا نام لکھا ہے وہ ہندوستان کے نقشے پر تو کہیں نظر نہیں آتی۔''

''کیا نام لکھا ہے؟''

''چپلم پور۔''

''اور خود ان لوگوں کے نام؟''

''عجیب بے ہنگم سے تھے، مجھے اسی لیے شبہ ہوا۔''

''مثلاً۔''

''گنڈا سنگھ، ڈنڈا سنگھ اور جھنڈا سنگھ۔''

''آپ نے خود کو بحیثیت انڈا سنگھ شامل کر لیا ہوتا۔'' پیچھے سے بالے کی آواز نے رؤف کو چونکا دیا۔

''کیا بے وقت ٹپکتے ہو بیچ میں۔'' خان نے اس کی طرف دیکھ کر جھنجلائے ہوئے انداز میں کہا۔

بالے بغیر جواب دیے خالی کرسی پر بیٹھ گیا اور آہستہ آہستہ گنگنانے لگا۔

''تیری مونچھوں نے جادو کیا، قلعی گر بالما، خدا سے ڈر بالما، تیرا سر بالما، جادوگر

بالما۔"

"بکومت۔" بالے کو خان نے گھورا۔

"آپ جانبداری کر رہے ہیں، یہ تو نخشب چارجوی کا گانا گنگنا رہا تھا، بے خیالی میں۔"

"یہ پولیس آفس ہے۔"

"میری زبان سرکاری نہیں ہے اور گانا، رونا، ہنسنا انسان کا پیدائشی حق ہے۔"

"اب میں اپنا حق جتاؤں کچھ۔" خان بگڑ کر بولا، لیکن اس سے پہلے ہی بالے منہ پر ہاتھ رکھ کر خاموش ہو گیا۔

"کون تھے وہ لوگ، سکھ؟" خان نے پوچھا۔

"جی نہیں، جاٹ رہے ہوں گے، کیونکہ ان میں سے ایک کی مونچھیں تھیں، باقی دو مونچھوں ڈاڑھی سے قطعی بے نیاز تھے۔"

"ان کا کمرہ ویسا ہی خالی پڑا ہے یا اس میں کوئی دوسرا آ گیا؟"

"یہ ایک اتفاق کی بات ہے کہ منیجر نے ابھی تک اس کمرے کی صفائی نہیں کرائی تھی۔ میں اسے لاک کرا کے آیا ہوں۔"

"تو آپ کے خیال میں وہ لوگ جو اطمینان سے وہاں سے رخصت ہو گئے ہیں، اپنے پیچھے آپ کے لیے اپنے ایڈریس کارڈ چھوڑ گئے ہوں گے؟" بالے بیچ میں بول پڑا۔

"وہ اطمینان سے تو نہیں گئے ہوں گے۔ منیجر کہتا تھا کہ وہ پرسوں رات گئے واپس لوٹے تھے۔ انھوں نے اسی وقت منیجر کو بتایا کہ ان کے کسی رشتے دار کی موت ہو گئی ہے، تار آیا ہے۔ اس لیے انھیں اسی ٹرین سے روانہ ہونا ہے۔"

"چپلم پور کوئی اسٹیٹ نہیں ہے۔ ضرور ہو لوگ یا تو اسی کیس سے متعلق تھے یا پھر وجہ کچھ اور ہی ہو، وہ مشکوک حیثیت رکھتے ہیں۔"

Akram Allahabadi

''میں نے آگے بھی سراغ لگانے کی کوشش کی، لیکن دربان سے صرف اتنا ہی معلوم ہو سکا کہ وہ کسی بڑی ٹیکسی میں وہاں سے سوار ہو کر کہیں گئے تھے۔''

''وہی ڈاھک کے تین پات۔ تین اکو کے پیچھے بڑی تلاش سے ملے، لیکن ہاتھ آنے سے پہلے پھر سے اڑ گئے۔'' بالے بڑبڑایا۔

''ٹیکسی کا کچھ پتا چلا؟''

''میں اور ابراہیم اسی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔''

''خیر، ہاں تم بالے۔'' خان اب بالے کی طرف گھوما۔

''جی، میں بالے۔''

''تم ابھی تک نہیں گئے ہوں؟''

''گیا تھا، لیکن سارا پہاڑ کھودنے کے بعد اس میں سے صرف حرام مونچھ...''

''بالے صاحب...'' رؤف نے کہنا چاہا۔

''ہرا موس ہی تو کہہ رہا ہوں اور کیا جھک مار رہا ہوں۔ موس بمبئی میں چوہے کو کہتے ہیں، رؤف بھائی۔'' بالے نے جلدی سے بات پلٹ دی اور خان مسکرائے بغیر نہ رہ سکا۔

''اور وہ ہرا بھی ہوتا ہے۔'' خان نے اسے ٹیڑھی نظروں سے دیکھ کر پوچھا۔

''کیوں نہیں ہوتا، پہاڑوں اور جنگلوں کے چوہے ہرے ہوتے ہیں۔ وہ گھاس کھاتے ہیں۔'' بالے نے زبردستی کی تاویل کی۔

''کام کی بات کرو۔''

''تو جناب، وہ بڑی مردمار عورت نکلی۔ میں حلیے سے سوداوں کا پردادا بن کر اسے بلیک میل کرنے گیا تھا، لیکن اس نے مجھے ہی وہائٹ میل کر دیا۔ کمبخت سر سے ہی گول ہو گئی۔ کہنے لگی تو میں اس نام کی کسی عورت یا لڑکی کو جانتی ہوں، نہ میں نے سنا ہے۔ میں نے زیادہ دھمکی دی تو دوسرے کمرے سے ایک بھاری بھرکم آدمی نکل آیا اور مجھے نہایت شرافت کے ساتھ

گیٹ آؤٹ کر دیا گیا۔"

"سر کے بال بھی کچھ کم معلوم ہو رہے ہیں۔" رؤف آہستہ سے بول پڑا۔

"یہ اندازہ صرف حجام ہی لگا سکتے ہیں۔" بالے نے برجستہ جواب دیا، لیکن خان کی وجہ سے رؤف زیادہ نہ بول سکا۔ ڈسپلن کا سوال ٹھہرا۔

"اس لڑکی کو کسی طرح بھی صرف چند گھنٹوں کے لیے پولیس کسٹڈی میں آنا چاہیے۔" خان بڑبڑایا۔

کہیے تو اغوا کر لاؤں۔"

"وہ ایک والئی ریاست کی محبوبہ ہے، ہم اس میں من مانی نہیں کر سکتے۔ ہمیں بہت احتیاط سے کام کرنا پڑے گا۔"

"لیکن مونجنی کا منیجر تو کہہ رہا تھا کہ وہ مہارانی ہے۔"

"اس کی تصدیق میں نے کر لی ہے کہ نندور کی مہارانی ان دنوں لندن میں ہے۔"

"لیکن کیا آپ اس معاملے میں ہز ہائی نس نندور پر شک کر رہے ہیں؟"

"ابھی کسی پر کچھ نہیں کیا جا رہا ہے، بظاہر تو سراغ صرف اس حد تک ملا ہے کہ ایک ہی رات میں دونوں واردا تیں ہوئیں، جبکہ سیٹھ فضل بھائی اور ممتاز کا تعلق بھی تسلیم کیا جا چکا ہے اور صرف وہ بٹن ہی ہمیں یہ شک کرنے کا موقع دیتا ہے کہ ممتاز کو اغوا کرنے والوں، یا کم از کم ان میں سے ایک کا تعلق ضرور نندور اسٹیٹ سے ہے، یا رہا ہے۔" خان نے کہا۔

"اور اگر میں یہ کہوں کہ خود ہز ہائی نس نندور کا کچھ نہ کچھ تعلق ممتاز سے رہا ہے تو؟" بالے نے سنجیدگی سے کہا، جس پر خان چونک پڑا۔

"کوئی تیر مار کر آئے ہو کیا؟" اس نے پوچھا۔

"سارجنٹ بالے ناکارہ آدمی ہے۔ وہ دنیا میں صرف دو کام جانتا ہے، مفت کی تنخواہ لینا اور لڑکیوں سے عشق لڑانا۔" بالے نے نخرے شروع کر دیے۔

''پہلے کام بتاؤ، پھر شاید اس رائے میں کچھ تبدیلی کی جا سکے۔''

''لیجیے سن لیجیے، آپ بھی کیا یاد کریں گے۔ وہ سینڈل ہز ہائی نس نندو رہی نے دو عدد بنوائے تھے۔ ایک اپنی مہارانی کے لیے اور دوسرے، بس سمجھ لیجیے۔ لیکن یہ میرا اندازہ ہے، ویسے کمپنی کا اسسٹنٹ منیجر صرف اتنا ہی بتا سکا ہے کہ اسے تین اور چار نمبر کے دو ایسے مخصوص سینڈل بنانے کا ہی آرڈر دیا گیا تھا اور ان کی قیمت فی جوڑا ڈھائی سو روپے طے کی گئی تھی۔''

''تم نے اس کی آرڈر بک کی انٹری بھی دیکھی؟''

''جی ہاں۔ اور میں نے اس کا صفحہ نمبر، تاریخ وغیرہ بھی نوٹ کر لی ہے۔ ویسے یہ ایک سال قبل کی بات ہے۔''

''تو چلو ایک مسئلہ تو حل ہوا۔ اب شاید ہمیں گورنمنٹ کی طرف سے اس قدر اجازت مل جائے کہ ہم ہز ہائی نس نندو کے خلاف کھلی تحقیق کر سکیں۔''

''اگر وہ انہیں کے آدمیوں کا ہیتو پھر بالے صاحب کو ان لوگوں نے کیسے چھوڑ دیا، انھیں تو چوری کی نیت سے گھر میں گھسنے، بلیک میل کرنے، یا دوسرے قانونی نظریوں کے ساتھ وہ وہیں ختم کر سکتے تھے۔'' رؤف نے کچھ سوچ کر ادب سے پوچھا۔

''سوچا تم نے ٹھیک ہے، لیکن اپنے تئیں انھوں نے اس صفائی سے یہ کام کیا ہوگا کہ اب تک کوئی غلطی کر کے کسی کو شبے کا موقع نہیں دینا چاہیے۔''

''آخر آپ کو ہز ہائی نس نندو رکی محبوبہ پر کیا شبہ ہوا ہے؟''

''میں یقینی طور پر ابھی نہیں کہہ سکتا، لیکن مجھے اس پر گریس والے ہیوی میک اپ کا شبہ ہے۔'' خان نے بتایا۔

''کیا آپ نے اسے دیکھا ہے؟'' بالے نے پوچھا۔

''یونہی سمجھ لو۔ ایک بات جان کر تمھیں شاید خوشی ہو کہ تمہارے رقیب ہز ہائی نس جھینگا پٹم اور مہاراجہ نندو رکو جیمخانہ گراؤنڈ میں بلیئرڈ کا میچ دیکھنے کے لیے مدعو کیا گیا ہے۔''

Akram Allahabadi

''تب تو میں ۴۱ بور کی رائفل لے کر جاؤں گا۔''

''چودہ بور؟''

''دو بور میں خود کر لیے ہیں۔ ویسے اس کیس میں میں خود بھی بہت بور رہا ہوں۔''

''ہز ہائی نس کی محبوبہ۔''

''ٹیڑھی کھیر ہے، لیکن آج آپ بڑی فراخدلی سے اس نیک کام کی اجازت دے رہے ہیں۔''

''مصلحت ہے، بیٹے، وقت وقت کی، لیکن کہیں سارجنٹی میں عشق کر بیٹھے تو بہت جوتے کھاؤ گے۔''

''جیسی حرکت، ویسی برکت۔'' رؤف بول اٹھا۔

''بالکل جیسی مونچھ، ویسی پونچھ۔'' بالے نے جل کر جواب دیا۔

لیکن خان نے ان کی گفتگو پر توجہ دینے کی بجائے سلسلۂ کلام جاری رکھا۔

''تم جیم خانے کے سکریٹری سے اس میچ کا دعوت نامہ اپنے طور پر حاصل کر لو، لیکن کوئی ایسی حماقت نہ ہونی چاہیے جو اخلاقیات، یا قانون کے حدود سے تجاوز کر جائے۔'' خان نے ہدایت کی۔

''میری سو فیصدی غیر ناقص رائے میں یہ راز اسی وقت حل ہو سکتا ہے جب وہ لڑکی دستیاب ہو جائے، باقی محنت فضول ہے۔'' بالے نے دونوں ہاتھ جھٹک کر کہا۔

''اب تک ہز ہائی نس نندور کے ساتھ کوئی ایسا آدمی نہیں دیکھا گیا جو باوردی ہو، ورنہ شاید سراغ ملتا۔ ویسے چلو میں ایورگرین کا وہ کمرہ دیکھ لیتا ہوں جس میں وہ تینوں ٹھہرے تھے۔'' خان نے اٹھتے ہوئے رؤف سے کہا۔

ہوٹل ایورگرین کا کمرہ دیکھنا بے سود ہوا۔ اس کی صفائی پہلے ہی کی جا چکی تھی اور اس میں منیجر کا کوئی قصور نہ تھا۔ پھر بھی خان نے ہوٹل کے بیروں کو بلوا کر ان سے بہت سے سوالات

کیے، جن کے جوابات بہر حال کسی کام کے نہ تھے، لیکن جس وقت وہ ہوٹل کے دروازے سے نکلنے لگے، ایک بیرے نے پیچھے سے آ کر انھیں ٹوک دیا۔

"صاحب، آپ ان تینوں آدمیوں کے بارے میں کچھ پوچھ رہے تھے جو کمرہ نمبر ۵ میں تھے؟" اس نے آہستہ سے پوچھا۔

"ہاں، کیوں؟" بالے رک گیا۔

"کچھ انعام ملے تو میں ایک بات بتاؤں، شاید آپ کے کام کی ہو۔"

"کام کی ہوئی تو ضرور انعام دیں گے۔" بالے نے خود ہی جواب دیا۔

"صاحب پرسوں دن کو ان میں سے ایک ٹیلی فون پر کسی سے بات کر رہا تھا۔ میں جب منیجر کو ڈھونڈتا ہوا اس کے سامنے پہنچا تو وہ رک گیا، لیکن میں نے اس کے جملے سنے تھے۔" وہ بتانے لگا۔

"ہاں ہاں، کہو کہو۔" رؤف نے اس کی حوصلہ افزائی کی۔

"بائی سی اچھا رہے گا، اور... اور..." وہ پھر سوچنے لگا۔

"یاد کرو ٹھیک ہے، شاباش۔" بالے نے اسے جیب سے دس روپے کا نوٹ نکال کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"صاحب، دوسرا جملہ ٹھیک سے یاد نہیں آ رہا، مگر اس میں پولیس کا نام بھی ضرور تھا، یہ مجھے اچھی طرح یاد ہے۔" اس نے بتایا۔

بہر صورت اسے دوسرا جملہ یاد نہیں آ سکا اور بالے کو صرف اسی قدر اطلاع ۱۰ روپے کا خون کر کے ہوٹل سے نکلنا پڑا۔

"اگر اس اطلاع کو اسی سلسلے کی ایک کڑی سمجھا جائے تو اس بات کا امکان ہے کہ ممتاز کو اغوا کر کے کہیں بہت دور باہر لے جایا گیا ہو۔" بالے نے باہر کار میں بیٹھتے ہوئے خان سے کہا۔

Akram Allahabadi

''محض شبہ تو کسی بھی ایسی گفتگو پر کیا جا سکتا ہے، لیکن اس کا کوئی جواز نہیں کہ یہ اطلاع اسی سلسلے کے ہو۔'' خان بولا۔ ''اور یہ بھی تو ممکن ہے کہ پاسپورٹ ڈپارٹمنٹ سے اس اطلاع کی تصدیق ہو سکے۔'' اس نے کچھ سوچ کر کہا۔

''یہ کام میں کیے ڈالتا ہوں۔'' رؤف بول اٹھا۔

''کند ہم جنس با ہم جنس پرواز، کبوتر با کبوتر باز با مرغا۔'' بالے نے پھر ایک شعر کر حماقت کر ڈالی۔

''کیا مطلب؟'' رؤف نے اس کے قریب ہوتے ہوئے معصومیت سے پوچھا۔

''مونچھوں والوں کا معاملہ ہے۔'' بالے نے مختصراً جواب دیا۔

''اوہ۔'' رؤف اس اوہ کی آڑ میں انتقام کی دھمکی دے کر خاموش ہو رہا۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

ٹینس میچ

ہز ہائی نس پٹودی اور نواب کوروائی جیم خانہ گراؤنڈ پر ٹینس کھیل رہے تھے۔ کورٹ کے دائیں بائیں کرسیوں اور صوفوں کی قطاریں تھیں، جن پر مدعو شدہ معززین شہر بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے پیچھے جیم خانے کا اسٹاف تھا اور کچھ غیر مدعو شدہ لوگ بھی میچ دیکھنے کے شوق میں کسی طرح اندر گھس آئے تھے۔ وہ ان لوگوں کے پیچھے کھڑے تھے۔ ان کے علاوہ کچھ اسپورٹس رپورٹرز بھی موجود تھے۔

شروع میں نواب پٹودی کا پلہ بھاری رہا، لیکن بعد میں نواب صاحب کوروائی اور ان کی پارٹنر لیڈی سکریٹری اپنے جوہر دکھانے لگے۔ نواب پٹودی کی لیڈی کمپینین ایک یورپین میجر کی بیوی مس ڈورتھی تھی۔ وہ بھی اچھی کھلاڑی تھی، لیکن بعد میں کچھ سست پڑ گئی۔

اس کھیل کو سب سے زیادہ انہماک سے ہز ہائی نیس جھینگا پٹم دیکھ رہے تھے اور پیچھے پریس رپورٹرز کی صف میں تنویر کے ساتھ کھڑا سارجنٹ بالے اپنے رپورٹروں جیسے سادہ لباس میں کچھ عجیب سی نظروں سے انھیں دیکھ رہا تھا، جیسے اسے شک ہو رہا ہو کہ یہ وہی پاگل آدمی نہیں ہے جس سے اس کا پالا موتجنی میں پڑا تھا، بلکہ اب وہ بالکل ہوش وحواس میں معلوم ہو رہا تھا۔

پز ہائی نس جھینگا پٹم کے بعد کے صوفے کی تیسری نشست پر ہز ہائی نس نندو رموجود تھے اور دونوں کے درمیان ہز ہائی نس کی وہ سفید محبوبہ۔ وہ اس وقت بھی سفید لباس میں تھی اور اس کا سڈول جسم، گورا رنگ اور پرکشش خدوخال اس وقت بھی لوگوں کی توجہ اپنی طرف پھیرے بغیر نہ رہ سکے۔ پھر بھی وہ کیونکہ ایک حاکمِ ریاست کی محبوبہ تھی، اس لیے اس پر پڑنے والی نگاہیں جھینپی ہوئی سی رہتیں۔

Akram Allahabadi

بالے نے گھوم کر دیکھا، راجہ صاحب جھینگا پٹم کے وہ پانچوں سیاہ وردی والے باڈی گارڈ بھی ان کی پشت کے پیچھے مؤدب کھڑے تھے۔ مگر وہ ان کے پاس ہی اور ہز ہائی نس نندور کے پیچھے کھڑے ایک نئے آدمی کو دیکھ کر چونک سا پڑا۔ اب تک اس نے اس آدمی کو راجہ صاحب نندور کے ساتھ نہ دیکھا تھا۔ وہ ایک سرمئی رنگ کے گرم کپڑے کے فوجی وردی پہنے تھا۔ اس کا چہرہ بڑا اور ابھرا ہوا تھا۔ جسامت بھی خاصی فوجی قسم کی تھی، لیکن اس کی نگاہوں سے عیاری ٹپکتی تھی۔ وہ ہر چند منٹ کے بعد اپنے چاروں طرف ایک سرسری نظر ڈال لیتا تھا۔

اچانک ایک ٹینس بال راجہ صاحب جھینگا پٹم کی گود میں آ گری۔ وہ اس کے گرتے ہی اس بری طرح اچھل پڑے جیسے کسی نے بندوق کی گولی ماردی ہو۔

''ارے خدا غارت کرے، یہ کس نے توپ چلائی ہے ہم پر؟ ہم اس کا جواب ہائیڈروجن بم سے دیں گے۔'' وہ بگڑ کر کھڑے ہو گئے۔ دوسرے انجان لوگ چونک کر انھیں دیکھنے لگے۔

''ہائیڈروجن بم تو ابھی ایجاد بھی نہیں ہوا ہے، یور ہائی نس۔'' راجہ صاحب نندور نے مسکرا کر کہا۔

''نہیں ہوا؟ ہائیں یہ کیسے ہو سکتا ہے؟'' وہ حیرت سے بولے۔

''یور ہائی نس، ٹینس بال اسی کی گود میں آ کر گرتی ہے، جسے کھلاڑی سلام کرتا ہے۔'' ہز ہائی نس جھینگا پٹم کے ایک گارڈ نے جلدی سے آگے کی طرف جھک کر کہا۔

''تم چپ رہو، احمق۔ ہماری طرف سے اسے وعلیکم السلام کہہ دو۔ باقی خیریت ہے۔'' یہ کہہ کر وہ بیٹھ گئے۔ مگر ان کا منہ پھولا رہا۔ راجہ صاحب نندور کی محبوبہ جس کا تعارف انہوں نے شیلی کے نام سے کرایا تھا، انھیں دیکھ کر مسکرا دی، جس پر ہز ہائی نس جھینگا پٹم کا منہ اور پھول گیا۔

''آپ لوگ ہمیں پاگل سمجھ رہے ہیں۔'' وہ بچوں کی طرح منہ لٹکا کر بولے۔ ''ہم

ہر پڑا ربار لعنت جو ہم پاگل ہوں۔"

"قطعی نہیں، آپ پاگل نہیں ہیں۔" شیلی انھیں اطمینان دلاتے ہوئے بولی۔

"ارے کیا واقعی؟ اچھا کھایئے ہاتھی کے دُم کی قسم۔" راجہ صاحب جھینگا پٹم نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ جس پر ہز ہائی نس تندور کا قہقہہ چھوٹ گیا اور لوگوں کی توجہ کھیل کی بجائے ان پر مرکوز ہوگئی۔ راجہ صاحب تندور اس غلطی کو محسوس کرتے ہی شیلی کو کہنی مار کر پھر کھیل دیکھنے لگے۔ مگر ہز ہای نس جھینگا پٹم اب بڑی عجیب سی نظروں سے شیلی کو گھورنے لگے تھے۔

"میرا جی چاہ رہا ہے کہ آپ کو کچا کھا جاؤں۔ آپ کتنی اچھی ہیں۔" وہ بڑے رومانی انداز میں بولے۔

"ضرور۔" شیلی نے ہنس کر جواب دیا۔

"نہیں، میں آپ کا قورمہ بنا کر کھاؤں گا تا کہ آپ زندگی بھر میرے پیٹ میں رہیں، مگر، لاحول ولاقوۃ، یہ کیسے ہوسکتا ہے؟" وہ خود ہی چونک کر بولے۔" کیوں، شہباز تنگ؟" انھوں نے ایک گارڈ کی طرف دیکھ کر پوچھا۔" کیا ایسا ہوسکتا ہے؟"

"نہیں، حضور۔ اس سے بدہضمی کی شکایت ہوجائے گی۔"

"تو پھر وہ حکیم جھڑوس الملک کیوں نوکر رکھا گیا ہے آخر؟"

"حضور، علاج بعد کی چیز ہے۔"

"اور بدہضمی پہلے ہوگی۔ اکدم غلط۔ پہلے علاج بعد میں بدہضمی۔" راجہ صاحب جھینگا پٹم اپنے باڈی گارڈ سے بحث کرنے لگے۔

"حضور، وہ کھلاڑی آپ کی طرف داد طلب نگاہوں سے دیکھ رہے ہیں۔" دوسرے باڈی گارڈ نے ان کی توجہ کھیل کی طرف منعطف کرانی چاہی۔

"ارے کیا واقعی؟" وہ یہ کہہ کر پلٹے اور پھر دونوں ٹیموں کی طرف دیکھ دیکھ کر،" واہ واہ، شاباش ہے، کیا میدان مارا ہے"، وغیرہ وغیرہ جیسے کلمات ان کے منہ سے نکلنے لگے۔ اس

Akram Allahabadi

جگہ موجود کچھ لوگ تو اسے ان کی ظرافتِ طبع سے تعبیر کر رہے تھے، لیکن ان کے گارڈ بالکل سنجیدہ اور مؤدب تھے۔ راجہ صاحب نندور مسکرا رہے تھے اور ان کے پیچھے کھڑا ہوا فوجی لباس والا آدمی غور سے انھیں گھور رہا تھا۔

بالے آیا تو اس خیال سے تھا کہ راجہ صاحب جھینگا پٹم کی کسی نہ کسی طرح خبر لے، لیکن یہاں ہز ہائی نس نندور کے پیچھے کھڑے آدمی کو دیکھ کر اس کا خیال بدل گیا۔ اب وہ پوری طرح اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔

''یہ تو کسی اندھیر نگری کا چوپٹ راجہ معلوم ہوتا ہے۔'' تنویر نے راجہ صاحب جھینگا پٹم کی طرف اشارہ کر کے بالے سے کہا۔

''ایک انٹرویو لے کر دیکھ لو۔'' بالے نے ہنس کر جواب دیا۔

اتنے میں کھیل ختم ہو گیا۔ نواب صاحب کو روائی جیت گئے اور پھر کھلاڑی بھی کورٹ کے باہر شامیانے میں آ بیٹھے۔

''بھئی خوب کھیلے آپ بھی۔'' ہز ہائی نس نندور نے نواب پٹودی کی بھی تعریف کر کے پیٹھ ٹھونکی۔

''اب آپ مجھ سے میچ کھیلیں گے۔'' راجہ صاحب جھینگا پٹم نے نواب کو روائی کو چیلنج کیا۔

''ہاں ہاں، کیا حرج ہے۔ تشریف لایئے۔'' نواب کو روائی زیادہ دیر ستائے بغیر اٹھ کھڑے ہوئے اور اس سے پہلے کہ راجہ صاحب نندور ہز ہائی نس جھینگا پٹم کی شخصیت سے انھیں آگاہ کرتے، نواب پٹودی کا ریکٹ چھین کر ہز ہائی نس جھینگا پٹم کورٹ میں اتر چکے تھے اور اس وقت تو سب دنگ رہ گئے، جب واقعی راجہ صاحب جھینگا پٹم نے بڑے بڑے ہاتھ دکھانے شروع کر دیے۔ وہ اتنی تیزی سے پوائنٹ حاصل کر رہے تھے کہ کوئی نہ کہہ سکتا تھا کہ وہ ٹینس کے ماہر نہیں ہیں۔ اس وقت وہ قطعی صحیح الدماغ نظر آ رہے تھے۔ مگر ایک بار انھوں نے غصے سے

بال اس زور سے ہٹ کی کہ وہ ڈامر کے اس ڈرم میں جا گری جو کورٹ کے ٹن وال کے پاس ایک کونے میں رکھا تھا اور جس کا ڈھکن اتفاق سے کھلا رہ گیا تھا۔ ریفری نے دوسری گیند اس کی جگہ پھینک دی، لیکن راجہ صاحب جھینگا پٹم بضد ہو گئے کہ وہ اس گیند سے کھیلیں گے۔

اور پھر جب ان کا دوسرا ہاتھ پڑا تو وہ بال سیدھی شیلی کے منہ پر آ کر پڑی۔ اس کی ناک اور داہنے رخسار پر کالا تارکول پھیل گیا۔ راجہ صاحب نندور اور دوسرے لوگ بھی چونک پڑے۔ راجہ صاحب نندور کو اس حرکت پر غصہ آ گیا اور ان کے پیچھے کھڑا ہوا ان کا فوجی سکریٹری تو فوراً راجہ صاحب جھینگا پٹم کی طرف دوڑ پڑا۔

''یہ کیا حرکت کی آپ نے؟'' اس نے غصہ ور انداز میں راجہ صاحب جھینگا پٹم سے پوچھا۔ اتنے میں راجہ صاحب جھینگا پٹم کے باڈی گارڈ بھی آگے بڑھ آئے۔

''وہاٹ ڈو یو مین بائی حرکت؟'' ہز ہائی نس جھینگا پٹم نے اسے خشمگیں نظروں سے دیکھ کر کہا۔ پھر وہ شیلی کے قریب آ کر اس کی شکل دیکھتے ہی بے تحاشا ہنس قہقہہ مار کر ہنس پڑے۔

''ارے، آپ کا تو منہ کالا ہو گیا۔''

''یور ہائی نس۔'' راجہ صاحب نندور نے موڈ بگاڑ کر انھیں مخاطب کیا۔

''ہی ہی ہی... اٹس اے ناولٹی۔ ناولٹی، یعنی ناول کا بچہ۔ کیوں شہباز تنگم؟'' راجہ صاحب جھینگا پٹم نے اپنے گارڈ سے پوچھا۔

''یس، یور ہائی نس، لیکن آپ کو اظہارِ افسوس ضرور کرنا چاہیے۔'' وہ مؤدب ہو کر بولا۔

''ایسا، تو ہم اظہارِ افسوس کرتے ہیں، وغیر وغیرہ۔'' وہ راجہ صاحب نندور سے مخاطب ہو کر بولے۔ انداز کلام کچھ ایسا تھا کہ راجہ صاحب نندور ہنس پڑے۔

''یور ہائی نس، یہ جانی بوجھی انسلٹ ہے۔'' راجہ صاحب نندور کے فوجی لباس والے

سکریٹری نے پاس آ کر آہستہ سے کہا

''اوہ نہیں، وہ پاگل نہ ہوتے تو ہرگز ایسا نہ کرتے۔''

''میڈم کا یہاں منہ دھونا ٹھیک نہیں ہے۔'' فوجی سکریٹری نے سمجھایا۔

''تم انھیں گاڑی میں لے جاؤ، ہم بعد میں آتے ہیں۔'' راجہ صاحب نندور نے اسے فوجی سکریٹری کے ساتھ روانہ کر دیا۔ نواب صاحب پٹودی نواب کوروائی اور دوسرے لوگ بھی رسماً اس واقعے پر اظہارِ افسوس کرنے لگے، لیکن راجہ صاحب نندور کے ماتھے پر ایک بل بھی نہ آیا۔ وہ راجہ صاحب جھینگا پٹم کا ہاتھ تھام کر بیٹھ گئے۔

کچھ دیر بعد لوگ ایک دوسرے سے رخصت ہو گئے۔ باہر ہز ہائی نس جھینگا پٹم کی کار بھی موجود تھی۔ انھوں نے کسی قدر صحیح الدماغ ہوتے ہوئے خود یہ پیشکش کی کہ وہ اپنی کار میں راجہ صاحب نندور کو ان کی کوٹھی تک پہنچا کر اپنی قیامگاہ پر جائیں گے۔ آج کے واقعات جو بظاہر کچھ بھی نہ تھے، بالے کی سمجھ میں نہ آئے۔ وہ اسی وقت یہاں موجود مجمع سے علیحدہ ہو کر باہر نکل آیا، جب اس نے شیلی کو راجہ صاحب نندور کے فوجی وردی والے سکریٹری کے ساتھ جاتے دیکھا۔

☆☆☆☆☆☆

اور کچھ دیر بعد وہ خان کی چھوٹی دو نشستوں والی گاڑی میں راجہ صاحب نندور کی اس گاڑی کا پیچھا کر رہا تھا جس میں شیلی لے جائی جا رہی تھی۔ اس کے دماغ میں اس وقت کردار بھوت بنے کھڑے تھے۔

راجہ صاحب جھینگا پٹم اور ان کے پانچ باڈی گارڈ کے پراسرار وجود، راجہ صاحب نندور کی گہری پراسرار شخصیت، جو کہیں سے کسی شبے کو گرفت کا موقعہ نہ دیتی تھی اور یہ کہا بھی نہیں جا سکتا تھا کہ وہ فضل بھائی مرڈر ہسٹری میں واقعی طور پر متعلق ہیں۔ ممتاز سے پرانی واقفیت کے

باوجود اس بات کا کوئی ثبوت یا اس قسم کے شبے کے واضح دلائل بھی تو نہ تھے جو انھیں جذبۂ رقابت یا کسی اور وجہ سے اس کیس میں ملوث کرتے۔ تاہم ان ے سکریٹری کی فوجی وردی نے جس کے بٹن اس ایک بٹن سے مشابہت رکھتے تھے، جو ممتاز کی خواب گاہ میں پایا گیا تھا، بالے کو تفتیش کی اس روش پر چلنے کا موقعہ دیا گیا تھا۔ خان کا رویہ خود اس کے لیے اب تک پراسرار تھا۔

ظاہر تھا اس بار پالا ان بڑی بڑی اور اہم شخصیتوں سے پڑا تھا جن کے بارے میں بغیر ٹھوس دلائل کے کسی قسم کے شبہات کا اظہار بھی نہیں کیا جا سکتا تھا اور حالات اتنے پیچیدہ تھے کہ ابھی کوئی ایک نظریہ بھی قائم کرن ابھی مشکل ہو رہا تھا۔ اس تعاقب کے ساتھ اس کے ذہن میں یہ خیال بھی رینگ رہا تھا کہ خان نے بلاوجہ اسے ٹینس میچ دیکھنے پر اکسایا نہ ہو۔

بہرحال اس وقت صرف یہی ایک راستہ تھا کہ شیلی اور اس پراسرار قسم کے کم گو فوجی لباس والے سکریٹری کا تعاقب کیا جائے۔

راجہ صاحب نندور کی گاڑی اس وقت بجائے شیلی کی قیام گاہ کے، ایک اوسط درجے کی دومنزلہ عمارت کے سامنے رکی۔ وہ لوگ شاید اس سے بے خبر تھے کہ کوئی ان کا تعاقب بھی کر رہا ہے۔ گاڑی اس وقت ایک تنگ گلی میں موڑ کر وہ اس عمارت میں داخل ہو گئے۔ بالے نے اپنی گاڑی دور کھڑی کر دی اور خوفناط انداز میں پیدل چلتا ہوا اس عمارت کے داخلی دروازے تک آ پہنچا۔ راجہ صاحب نندور کی گاڑی اس وقت خالی تھی، شاید وہ سب اندر جا چکے تھے۔ بالے بھی کوٹ کے کالر کھڑے کر کے اپنا نچلا چہرہ اس کی آڑ میں چھپائے اندر داخل ہو گیا، لیکن اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب اس پوری عمارت کو چھان مارنے پر بھی نہ ان آدمیوں کا پتا چلا اور نہ شیلی کا۔ بلڈنگ کی پشت پر ایک اسٹور تھا جس کا ایک دروازہ اندر کی طرف تھا۔ باقی تمام حصوں میں محکمۂ راشننگ کے دفاتر تھے، جو اس وقت سب بند تھے۔ اوپر موجود چوکیدار نے بھی اندر داخل ہونے والے ایسے آدمیوں، یا کسی لڑکی سے لاعلمی ظاہر کی۔

ٹھیک اسی وقت بالے نہ جانے کس خیال سے چونک پڑا۔ وہ تیزی سے باہر پلٹ کر

دوڑا، لیکن جب وہ سڑک پر آیا تو راجہ صاحب تندور کی کار وہاں نہ تھی۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

نتیجہ صفر

''میں ہز ہائی نس سے ملنا چاہتا ہوں۔میرا یہ کارڈ اندر تک پہنچوا دیجیے۔''

سپرنٹنڈنٹ خان نے جو اس وقت اپنے سادا حسب معمول لباس میں تھا، ہز ہائی نس نندور کی کوٹھی پر موجود ان کے بوڑھے اٹنڈنٹ کو اپنا کارڈ دیتے ہوئے کہا۔

''آپ ویٹنگ روم میں تشریف رکھیے، میں ابھی خبر کرتا ہوں۔'' وہ یہ کہہ کر اندر چلا گیا۔

بالے چاروں طرف گھوم گھوم کر اس کوٹھی کے دریچوں کا معائنہ کر رہا تھا، جو تر کی محرابی ساخت کے بنائے گئے تھے۔پھر وہ خان کے ساتھ کر ویٹنگ روم میں بیٹھ گیا۔

تقریباً ۱۰ منٹ بعد انھیں اندر طلب کیا گیا۔راجہ صاحب نندور اس وقت اپنے ڈرائنگ روم میں ان کا انتظار کر رہے تھے۔وہ سادے سفید پاجامے پر سلک کا گون پہنے ہوئے صوفے پر بیٹھے تھے۔

''فرمایے۔'' خان کے اندر آتے ہی انھوں نے خوش اخلاقی سے پوچھا۔

''اجازت ہو تو ہم بیٹھ کر باتیں کریں۔'' بالے نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

''اوہ ہاں، میں تو بھول ہی گیا تھا۔ضرور ضرور، شوق سے تشریف رکھیے۔'' راجہ صاحب نندور نے سامنے والے صوفے کی طرف اشارہ کیا۔اور وہ دونوں اس پر بیٹھ گئے۔

''آپ شاید فضل بھائی سے واقف ہوں گے؟'' خان نے سوال کیا۔

''سیٹھ فضل بھائی؟'' وہ ذہن پر زور دینے لگے۔''ہاں شاید اس نام کے ایک صاحب سے میرا دو ایک بار سابقہ تو پڑا تھا۔'' وہ لاپرواہی سے بولے۔

''آپ کو شاید یہ بھی معلوم ہوگا ان کا خون ہو چکا ہے۔''

''خون؟'' وہ چونک پڑے۔ ''چچ چچ... یہ تو بہت برا ہوا۔''

''اور اس کی وجہ رقابت سمجھی جا رہی ہے۔'' خان اسے معنی خیز نظروں سے گھور کر بولا۔

''ہوگی، ہوسکتا ہے، لیکن آپ مجھ سے اس سلسلے میں کیوں سوالات کر رہے ہیں۔ میں نے آپ کو گفتگو کا موقعہ دیا تو اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ آپ اوٹ پٹانگ باتیں کریں۔'' راجہ صاحب نندور کا لہجہ خوشگوار ہوگیا۔

''یور ہائی نس، اوٹ پٹانگ کوئی چینی لفظ ہے، ہم لوگ یہ زبان نہیں جانتے۔'' بالے پھر بول پڑا۔

''اوہ۔'' راجہ صاحب نندور نے غور سے اسے دیکھا اور پھر جیسے پہچان لیا ہو۔

''آپ، آپ شاید وہی پولی سارجنٹ ہیں جن سے مونجنی میں ہز ہائی نس جھینگا پٹم کا جھگڑا ہوا تھا؟''

''جی، خاکسار کو وہی کہتے ہیں۔''

''ہم مس ممتاز کے بارے میں آپ سے کچھ پوچھنا چاہتے ہیں۔ پولیس کا خیال ہے کہ سیٹھ فضل بھائی کی موت کا کچھ نہ کچھ تعلق ضرور ہے۔'' خان معنی خیز لہجے میں یہ کہہ کر غور سے راجہ صاحب نندور کے چہرے کی کیفیت کا مطالعہ کرنے لگا۔

''مس ممتاز؟'' راجہ صاحب نندور کے کچھ چونکے، لیکن فوراً ہی لاپرواہی سے ہنس دیے۔ ''اس نام کی لڑکی سے میں ملا ہوں، یہ مجھے ٹھیک سے یاد نہیں۔''

''اور شاید یہ بھی یاد نہ ہوگا کہ اعلیٰ حضرت نے اسے ایک فرم سے مخصوص نمونے کے سینڈل بنوا کر دیے ہیں، بالکل اس طرح کے جیسے مہارانی کے لیے بنوائے گئے تھے۔''

''اوہ، آپ لوگ تو ذاتیات میں دخل دینے لگے ہیں۔ میں ہوم ڈپارٹمنٹ کے سکریٹری سے اس کی شکایت کروں گا۔'' راجہ صاحب نندور نے برا سا منہ بنالیا۔

Akram Allahabadi

''ہم ان کی ہی اجازت سے آپ سے ملنے آئے ہیں، یور ہائی نس۔قانون کی مدد نہ سہی تو سرپرستی کرنا آپ کا فرض ہے۔ہم کوئی ایسی بات تو نہیں کر رہے ہیں جس سے آپ کی شان پر حرف آتا ہو۔'' خان نے بڑے نرم مؤدب لہجے میں جواب دیا۔جس پر راجہ صاحب نرم پڑ گئے۔

''خیر خیر، پوچھیے اور کیا پوچھنا چاہتے ہیں؟ دراصل ممتاز نام کی ایک لڑکی سے میرے مراسم ضرور قائم ہوئے تھے، لیکن یہ بہت دنوں کی بات ہے۔میں کئی مہینوں سے اس سے نہیں ملا ہوں۔'' انھوں نے کہا۔

''کیا اس لڑکی سے سیٹھ فضل بھائی کے بھی مراسم تھے؟'' خان نے پوچھا۔

''یہ میں کیا جانوں۔'' راجہ صاحب نے دونوں ہاتھ جھٹکے۔

''لیکن ایک بار ناج محل ہوٹل میں اسی لڑکی کی وجہ سے آپ میں اور فضل بھائی میں کچھ جھگڑا ہو گیا تھا؟'' خان نے ٹوکا، جس پر راجہ صاحب نندور چونک پڑے، مگر فوراً ہی انھوں نے اپنے آپ پر قابو پا لیا۔

''میں آپ سے کہہ چکا ہوں کہ آپ ذاتیات میں دخل نہ دیں۔''

''میں صرف وہ باتیں پوچھ رہا ہوں جن کا تعلق سیٹھ فضل بھائی یا مس ممتاز سے رہا ہے۔'' خان نے نرمی سے کہا۔

''وہ جھگڑا سطحی نوعیت کا تھا، جو وہیں ختم ہو گیا تھا۔''

''میں نے تو سرسری طور پر اس کا تذکرہ کیا ہے، یور ہائی نس۔'' خان زیرِ لب مسکرایا۔

''کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ جب سیٹھ فضل بھائی کا خون ہوا ہے اس وقت آپ کے سکریٹری مسٹر جیکب کہاں تھے؟''

''جیکب؟ وہ نندور گیا ہوا تھا، پرسوں لوٹ کر آیا ہے۔''

Akram Allahabadi

"اوہ، لیکن ابھی تو آپ فرما رہے تھے کہ آپ کو سیٹھ فضل بھائی کی موت کا علم نہیں؟"

خان نے ہز ہائی نس تندور کو اس جملے سے ہی گرفت میں لے لیا، جس پر وہ پہلے سٹپٹائے، پھر مشتعل ہو گئے۔

"آخر آپ لوگوں کا مقصد کیا ہے ان سوالات سے؟ میں اب آپ کی کسی بات کا جواب نہیں دوں گا۔" وہ اٹھنے لگے۔

"صرف ایک اور، یور ہائی نس۔"

"قطعی نہیں۔"

"ہم مس شیلی کے بارے میں پوچھنا چاہتے ہیں، وہ رات سے لاپتا ہے۔"

"شٹ اپ، میں کسی مس شیلی ویلی کو نہیں جانتا۔" وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔

"وہ جو موجنی اور جیم خانہ گراؤنڈ پر ٹینس میچ میں آپ کے ساتھ تھی۔" خان طنزیہ انداز میں بولا۔

"وہ...وہ، اس سے میرا کوئی خاص واسطہ نہیں ہے۔ کبھی کبھی ساتھ ہو جاتا ہے۔" راجہ صاحب تندور کو جواب دینا ہی پڑا۔

"خیر، وہ آپ کے سکریٹری سے پوچھ لوں گا۔ تکلیف دہی کی معافی چاہتا ہوں۔" خان بھی یہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔

"آپ لوگ شاید مجھ پر یا میرے آدمیوں پر شک کر رہے ہیں؟ میں جتائے دیتا ہوں کہ یہ حرکت خود آپ لوگوں کے لیے نقصان دہ ثابت ہوگی۔ میں گورنمنٹ آف انڈیا تک اس معاملے کو پہنچاؤں گا۔" ہز ہائی نس تندور نے چلتے چلتے دھمکی دی۔

"آئی ایم ساری، یور ہائی نس، میں اپنے فرض سے مجبور ہوں۔" خان نے مؤدب لہجے میں کہا۔ اور باہر نکل آیا۔ وہ اور بالے باہر سے صرف یہ سن سکے کہ ہز ہائی نس تندور اپنے بوڑھے اٹنڈنٹ کو حکم دے رہے تھے۔

Akram Allahabadi

''خبردار، اب کسی پولیس افسر کو میرے پاس مت آنے دو۔ میں، میں اب کسی پولیس والے کی شکل دیکھنا نہیں چاہتا۔''

''بعد از مرگ واویلا۔'' خان مسکرایا۔

''میرا تو جی چاہتا ہے کہ میں ان راجہ صاحب کی الٹے استرے سے حجامت کردوں۔'' بالے کوٹھی کی سیڑھیاں اترتے ہوئے بولا۔

''تمہارا پیشہ ٹھہرا، میں کیسے دخل دے سکتا ہوں۔'' خان نے گاڑی میں بیٹھتے ہوئے ہنس کر جواب دیا۔

''آپ تو خدا کی قسم مرکھنے بیل ہیں، جدھر سینگ سمائی، مار چلے۔'' بالے نے جل کر کہا۔

''گستاخی۔'' خان نے اسے ٹوکا۔

''میں نے مثال عرض کی ہے، معافی نہیں مانگوں گا۔''

''خیر، میں آج موڈ میں ہوں، خود معاف کیے دیتا ہوں۔''

''راجہ صاحب نندور اور سیٹھ فضل بھائی تاج محل میں ٹھہرے تھے، یہ کہاں سے ٹھونک دی آپ نے؟'' بالے نے گفتگو کا رخ بدل کر پوچھا۔

''جیم خانے کے سکریٹری نے بتایا تھا کہ تاج محل ہوٹل میں ایک پرائیوٹ پارٹی کے موقع پر جب وہ بھی موجود تھا، ان دونوں میں چل گئی تھی۔''

''اور لڑکی مس ممتاز تھی؟''

''ہاں، لیکن وہ اسے نہیں جانتا تھا۔''

''اور راجہ صاحب کا سکریٹری جیکب؟''

''وہ مجھے خطرناک آدمی معلوم ہوتا ہے۔ اس دن ٹینس کلب میں بھی وہی راجہ صاحب کے پیچھے کھڑا تھا اور وہی شیلی کو لے کر گیا تھا۔'' خان نے بتایا۔

Akram Allahabadi

''اور آپ وہاں موجود تھے؟'' بالے نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر کہا۔

''ہُم۔'' خان نے سر ہلایا۔

''اوخدا، کہیں آپ انوزبل بننے کا فارمولا تو نہیں اڑا لائے ہیں کہیں سے؟''

''کیوں؟''

''آپ موجود رہتے ہیں اور نظر نہیں آتے۔''

''یونہی ہی سمجھ لو۔''

''سنا ہے شیطان بھی نظر نہیں آتا۔''

''نہیں، نظر آ بھی آ سکتا ہے۔'' خان نے گھونسا تانا۔

''آمدم برسرِ مطلب۔'' بالے پیچھے ہٹتے ہوئے بولا۔ ''آپ جیکب کے متعلق راجہ صاحب کے جواب پر کیوں مسکرائے تھے؟''

''اس لیے کہ ایورگرین میں ٹھہرنے والے تینوں جاٹوں میں سے ایک جیکب تھا۔'' خان نے بالے کو چونکا دیا۔

''یہ آپ کو کیسے معلوم ہو گیا؟''

''ٹینس کلب میں میرے اشارے پر تنویر نے راجہ صاحب نندور کا پوز لیتے ہوئے تصویر اس کی کھینچی تھی، اس کے علاوہ بھی اس نے ایک فریم مہاراجہ صاحب نندور اور شیلی کا لیا ہے۔'' خان نے بتایا۔

''جیکب کی تصویر پر برش سے مونچھیں لگا کر جب ایورگرین کے اس بیرے کو دکھایا گیا تو اس نے اسے شناخت کر لیا۔'' وہ بولا۔

''تو وہ مرغا بھی نقل و حرکت کر رہا ہے اس کیس میں؟''

''ایسے نازک موقعوں پر وہ تم سے زیادہ کام آتا ہے۔''

''آپ کی آنکھوں میں خرگوش کا بال ہے، ذرا سی دیر میں ساری وفاداریوں پر جھاڑو

پھیر دیتے ہیں۔'' بالے نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

''یہی غنیمت ہے کہ نوبت جھاڑو تک ہی رہی، جوتے تک نہیں آئی۔''

''آپ نے جیکب کی ایور گرین میں موجودگی سے کیا مطلب نکالا؟''

''ان لوگوں نے اسی رات ہوٹل چھوڑا تھا، جس رات سیٹھ فضل بھائی کا خون اور ممتاز کا اغوا ہوا تھا۔''

''ارے تو آپ نے انھیں آزاد کیوں چھوڑ رکھا ہے؟''

''ایک تو ایک والئی ریاست کی طاقت ان کی پشت پر ہے، دوسرے ان کے خلاف کوئی ٹھوس ثبوت بھی ابھی تک فراہم نہ ہو سکا۔''

''آخر آپ چاہتے کیا ہیں؟''

''ممتاز کا سراغ۔''

''تو کیا شیلی ممتاز نہیں ہے؟''

''یہ بھی ہمیں ایک خوبصورت مغالطہ دیا گیا ہے۔ ہم یہ سمجھ رہے تھے کہ ممتاز کی شکل میک اپ سے کسی قدر بدل کر اسے شیلی بنا دیا گیا ہے، لیکن دراصل یہ خود ایک دھوکہ تھا۔ اسے یوں سمجھنا چاہیے کہ شیلی کی شکل بدل کر اسے ممتاز سے کسی قدر مشابہت دی گئی تھی، تاکہ اگر پولیس سراغ لگاتی اس حد تک پہنچ بھی جائے تو وہ اسی بھول بھلیوں میں پڑ کر الجھی رہے اور اس عرصے میں ممتاز اتنی دور پہنچا دی جائے جہاں پولیس کا دھیان بھی نہ پہنچ سکے۔''

''آپ آج جادوگروں جیسی باتیں کر رہے ہیں، مجھے آپ سے ڈر لگ رہا ہے۔''

''کیوں؟''

''آخر یہ ان کی صیغۂ راز کی باتیں، جو بشرطیکہ سچ ہوں، آپ کو معلوم کیسے ہو سکتی ہیں۔''

''فنِ سراغرسانی میں مضبوط بھیجے سے کام لینا پڑتا ہے، بیٹے۔''

"شاید تم سے ہی تو مونجھی کے منیجر نے بتایا تھا کہ مہارانی لندن میں ہیں۔"

"جی ہاں، مجھے یاد ہے۔"

"لیکن نندور کی مہارانی نہ لندن میں ہے اور نہ نندور میں۔ وہ راجہ صاحب سے کسی بات پر لڑ کر اپنے باپ کے پاس راجپوتانہ چلی گئی ہے۔"

"خدا قسم کسی ڈلہ نے بھی یہ کام نہ کیا ہو گا۔"

"شامت آرہی ہے کیا؟" خان کا موڈ بگڑ گیا۔

"یہ لیجیے، میں تو تعریف کر رہا تھا، کسی کے گھر کے اندر کے راز لینا، آسمان میں تھگلی لگانے کے برابر نہیں ہے کیا؟"

"اس کے لیے بھی لیڈی انسپکٹر شاستا کو ہوائی جہاز سے نندور بھیجنا پڑا تھا۔"

"اور مجھے آپ نے خبر تک نہ کی، مجھے نندور میں ایک ضروری کام ہے۔"

"وہ تمہارے چوکھٹے سے نفرت کرتی ہے۔"

"لیڈی ڈاکٹر نہ ہوتی تو پوچھتا مزاج کے آنے سیر ہیں؟ مرد ہوتی تو پتا چلتا کہ انسپکٹر بننے کے لیے کتنے سال جھک مارنی پڑتی ہے۔" بالے نے دل کے جلے پھپھولے پھوڑتے ہوئے کہا۔

"پہلے سے یہاں کے جاننے والوں میں یہ مشہور کرنے کے بعد کہ مہارانی لندن میں ہیں، دراصل ممتاز کو ہی مہارانی کے پاسپورٹ پر لندن روانہ کیا گیا ہے۔"

"پھر اب کیا خیال ہے؟"

"پھر راجہ صاحب نندور اس زعم میں ہیں کہ وہ قانون کی گرفت سے آزاد ہیں، لیکن میں اس طرح اچانک انھیں گھیروں گا کہ بیٹے دونوں کو دن میں تارے نظر آجائیں گے۔"

"یہ کوئی خاص بات نہیں ہے، آج کل کے سائنس داں دوربین سے دن میں تارے دیکھتے ہیں۔"

''دکھاؤں تمہیں ابھی، مردود۔''

''آپ مجھے بچے کی طرح اس کیس میں کھلاتے آرہے ہیں۔ وہ ہز ہائی نس نندور کی سفید محبوبہ غائب بھی ہوگئی اور اپنا رومان ادھورا رہ گیا۔''

''شانتا کی رپورٹ کے بعد اب اس پر توجہ دینے کی ضرورت نہیں رہی۔ وہ سب کچھ ہمیں مغالطے میں رکھنے کے لیے کیا گیا ہے۔''

''چلیے مان لیا، لیکن وہ اخروٹ؟''

''ہز ہائی نس جھینگا پٹم نا؟''

''مجھے تو وہ کوئی زبردست قسم کا فراڈیا معلوم ہوتا ہے، پاگل واگل نہیں ہے۔''

''میں اس سے بے خبر نہیں ہوں۔''

''یہ سن کر شاید تمہیں غصہ بھی آئے کہ آج کل وہ فردوس پر ڈورے ڈال رہا ہے۔''

''میں اس کے اسکرو ڈھیلے کردوں گا۔''

''جاؤ، یہ تمہارا ذاتی معاملہ ہے، اگر چاہو تو تمہاری مدد کے لیے آدمی بھیج دوں؟''

''نہیں جناب، یا شیخ اپنی اپنی دیکھ۔'' بالے یہ کہہ کر اٹھ کھڑا ہوا۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

شیلی

آج ریڈ یارڈ کلب میں روزی کا ڈانس کا خصوصی پروگرام تھا۔کلب کا ہال کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔اور روزی کے رقص پر بالے مدعو نہ ہو، یہ ایک ناممکن سی چیز تھی ۔وہ خود اسے اپنے پروگرام کے لیے فون پر خاص طور سے دعوت دے دیتی اور ویسے شکل وصورت کی بھی خاصی تھی، اس لیے بالے گندم اگر بہم نہ رسد، بھس غنیمت کے مصداق ایسے خشک موقعوں پر اس سے دلچسپی ضرور لیا کرتا تھا، جب اس کا رومان برسات کی سیلی ہوئی سگریٹ کی طرح کہیں سلگنے کا نام نہ لے رہا ہو۔

آج نہ تو خود اسے رات کے وقت کوئی خاص پروگرم تھا اور نہ ہی خان کی طرف سے اسے کوئی ہدایت ملی تھی، بلکہ سپرنٹنڈنٹ خان خود سہ پہر کہیں گیا ہوا تھا اور بالے کے لیے صرف اتنی ہدایت چھوڑ گیا تھا کہ وہ جہاں کہیں جائے، نوکر کو اطلاع دے جائے ۔سر رحمت اللہ آج کل گھر پر ہی تھے، اس لیے فردوس کو بھی کسی رات کے پروگرام میں حصہ لینے کو موقعہ نہ ملتا تھا اور بالے کے لیے کسی حسین ساتھی بغیر ایسی شام میں کسی لق ودق صحرا کی تپتی ہوئی دوپہر کی طرح نا خوشگوار اور خشک ہوتیں ۔آج بھی وہ بگڑے ہوئے موڈ کے ساتھ ہی آ کر بیٹھا تھا، لیکن روزی کے آدمی نے اسے بلا لیا۔ریڈ یارڈ کلب میں آنے والے زیادہ تر لوگ بالے کی شخصیت سے واقف تھے اور خاص طور پر وہ اینگلو انڈین لڑکیاں جو ہر زندہ دل مرد سے دوستی کرنا اپنے لیے باعثِ فخر سمجھتی تھیں ۔بالے کے آتے ہی طرح طرح کے نخرے دکھانے لگتیں ۔وہ ان میں سے کسی کو چھیڑ دیتا، کبھی اس کے ساتھی لڑکے کو جلانے کے لیے کچھ دیر بیٹھ کر رومانی انداز میں گفتگو کرنے لگتا، لیکن روزی چاہتی تھی کہ اس کی تمام تر توجہ اسی کو حاصل رہے ۔

آج بھی وہ رقص کے راؤنڈ پر اس کے پاس سے گزرتے ہوئے مسکرا دیتی تھی ۔یہ

چیز اور کسی کو تلخ گزر رہی یا نہ گزر رہی ہو، لیکن ہال میں ایک آدمی ایسا ضرور تھا جس کی نگاہیں بالے پر حاسدانہ پڑ رہی تھیں اور بالے بھی اس سے غافل نہ تھا۔ وہ اسے پہچاننے کی کوشش کر رہا تھا۔ کہیں بھی دیکھا ہو، لیکن یہ چہرہ اس کی نظر سے گزرا ضرور تھا۔ پھر اچانک وہ کسی خیال سے چونک پڑا۔ اسے وہ تندرست قسم کا آدمی یاد آ گیا جو اسے شیلی سے ملنے گیا تھا، اسی آدمی نے آ کر اسے نکالا تھا۔ یہ بات تو قرینِ قیاس نہ تھی کہ وہ بالے کو اس بلیک میلر کی حیثیت سے پہچان گیا ہے، لیکن بالے کو گھورنے کی اس کی ایک وجہ جو بظاہر سمجھ میں آ رہی تھی، وہ روزی تھی۔ شاید وہ روزی کو جانتا تھا یا پھر ممکن ہے اس کا روزی سے کوئی تعلق رہا ہو، یا اب بھی ہو۔ یہ جذبۂ رقابت کیا معنی؟

بالے اسے چڑانے کے لیے روزی سے کوئی تعلق رہا ہو یا اب بھی ہو، روزی کی طرف زیادہ متوجہ ہو گیا۔ وہ اس وقت اپنے شام کے سادہ لباس میں تھا۔ روزی اپنا رقص ختم کر کے جیسے ہی لباس تبدیل کرنے کلب کے اندرونی حصے میں گئی، وہ آدمی بھی اٹھ کھڑا ہوا۔ بالے کی نظریں اس کا تعاقب کر رہی تھیں۔ شاید روزی ابھی اندر گیلری میں ہی ہو گی کہ وہ بھی پیچھے سے پہنچ گیا۔ بالے نے ایک بار چاروں طرف دیکھا، کسی کی توجہ اس کی طرف نہ تھی۔ وہ بھی خاموشی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ گیلری کے دروازے پر پہنچ کر اس نے ایک پٹ کی آڑ سے دیکھا۔ وہ آدمی روزی سے کچھ کہہ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر درشتی کے آثار تھے۔ جبکہ روزی کچھ فکرمندی نظر آ رہی تھی۔ پھر ان کی گفتگو ختم ہو گئی اور وہ واپس لوٹنے لگا۔ بالے نے ایک پٹ پورا کھول کر خود کو اس کی آڑ میں چھپا لیا۔ اور وہ آدمی تیز تیز قدم اٹھاتا ہال کی طرف لوٹ گیا۔ اس کے جانے کے بعد بالے گیلری طے کرتا ہوا روزی کے کمرے میں پہنچ گیا۔ اس نے دروازہ ابھی ابھی بند کیا تھا، لیکن بالے کی آواز سن کر اسے دروازہ کھولنا پڑا۔ وہ کسی قدر گھبرائی تھی۔ بالے نے دروازہ پھر اندر سے بند کر لیا۔

''یہ آدمی کون تھا؟'' اس نے روزی سے پوچھا۔

''آدمی؟ کون آدمی؟'' وہ انجان بننے کی کوشش کرنے لگی۔

''جس سے تم گیلری میں کھڑی گفتگو کر رہی تھیں۔''

''وہ، وہ، میں اسے نہیں جانتی۔''

''تم جھوٹ بول رہی ہو۔''

''جھوٹ؟'' روزی مصنوعی ہنسی سے چونکی۔ ''نہیں ڈیئر، میں تم سے جھوٹ بولوں گی بھلا؟'' وہ اٹھلاتی ہوئی بالے کی طرف بڑھی۔

''ڈیئر ہوگا کوئی الو کا پٹھا، میں اس آدمی کے بارے میں پوچھ رہا ہوں۔'' بالے نے اس کے دونوں ہاتھ جھٹک کر پوچھا۔

''تم کو خوامخواہ وہم ہو گیا ہے۔''

''تم جانتی ہو میں کون ہوں؟'' بالے کا لہجہ اب کی بار دھمکی آمیز تھا۔

''وہ، وہ لیلک ہے۔''

''لیلک؟ تمہارا وہی گمشدہ بھائی؟''

جواب میں روزی نے صرف اثبات میں گردن ہلا دی۔ وہ پریشان نظر آنے لگی تھی۔ ''مگر تم اسے کچھ نہیں کہو گے، کچھ نہیں۔ وہ آٹھ برس کے بعد آج مجھے ملا ہے۔ خدا کے لیے اسے برا آدمی مت کہنا۔'' وہ بالے سے التجا کرنے لگی۔

''نہیں، میں اسے گود میں بٹھا کر گھی کے لڈو کھلاؤں گا، لیکن تم اگر واقعی اسے بچانا چاہتی ہو تو تمہیں میرے سوالوں کا صحیح صحیح جواب دینا پڑے گا۔''

''مجھے جو معلوم ہوگا بتا دوں گی۔''

''وہ اب تک کہاں تھا؟''

''یہ اس نے نہیں بتایا۔''

''وہ کیا کرتا ہے؟''

Akram Allahabadi

''یہ بھی نہیں بتایا۔''

''پھر وہ تم سے کیا کہہ رہا تھا؟''

''وہ مجھے اپنے ساتھ لے جانا چاہتا تھا۔''

''پھر تم نے کیا کہا؟''

''کچھ نہیں۔''

''میں نے کہہ دیا ہے کہ کچھ چھپانا تم دونوں کے لیے نقصان دہ ہوگا۔''

''وہ، وہ کل پھر آئے گا میرا جواب لینے کے لیے۔''

''اور تم نے کیا سوچا ہے؟''

''میں جانا نہیں چاہتی، لیکن وہ کہتا ہے کہ یہ میری موت وزندگی کا سوال ہے۔''

''ایسی کیا بات ہے؟''

''یہ ابھی نہیں بتایا گیا مجھے۔''

''خیر، تم اس کے ساتھ جا سکتی ہو۔''

''جا سکتی ہوں؟'' وہ حیرت سے بولی۔''تو تم اسے پریشان تو نہ کرو گے؟''

''قطعی نہیں، اس کی ضرورت بھی کیا ہے۔ وہ جب تک کوئی خلاف قانون حرکت نہیں کرتا، اس کے پیچھے پڑنے کی کوئی وجہ نہیں۔''

''تم بڑے اچھے ہو، سارجنٹ۔'' وہ بالے کے گلے میں اپنی باہیں ڈالنے لگی۔

''ہونہوں، میں نے سنیاس لے رکھا ہے آج کل۔'' بالے نے ہاتھ جھٹک کر کہا۔

''لیکن تم میری ملاقات کا اس سے ذکر تک نہ کرو گی۔'' بالے نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔

''میں وعدہ کرتی ہوں۔'' وہ بولی۔ اور بالے مسکراتا ہوا باہر نکل گیا۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

شیلی اس وقت ہز ہائی نس نندور کی کوٹھی کے ڈرائنگ روم میں سپرنٹنڈنٹ خان کے سامنے بیٹھی تھی۔ بالے ایک طرف صوفے کے کونے میں بیٹھا غور سے اس کی شکل دیکھ رہا تھا۔ خود ہز ہائی نس نندور بڑے مطمئن انداز میں ایک گدے دار کرسی پر نیم دراز تھے۔

''غالباً اب تو آپ کو اطمینان ہو گیا ہو گا؟''

''مجھے افسوس ہے کہ میں نے آپ کو تکلیف دی۔'' خان نے مسکرا کر کہا۔ ''لیکن اس میں شک نہیں کہ ان کی شکل میں کافی تبدیلی ہو گئی تھی، کوہمیں شبے کا موقعہ دیتی تھی۔''

''مجھے اس قسم کے میک اپ کرنے کا شوق ہے۔'' شیلی خود بول اٹھی۔

''خیر کوئی بات نہیں، میں اب اجازت چاہتا ہوں۔'' خان اٹھ کھڑا ہوا۔

اس بار راجہ صاحب نندور خلاف توقع اس سے کافی اخلاق سے پیش آئے تھے۔ وہ ان دونوں کو دروازے تک خود چھوڑنے بھی آئے۔

''مجھے بھی بڑا خلق ہے، مادام شیلی، کہ آپ فضول پریشان ہوئیں۔'' بالے نے بھی اظہارِ معذرت میں کسر اٹھا نہ رکھی۔

''خلق؟'' شیلی چونک کر مسکرائی۔

''اوہ، حیدرآبادی زبان زیادہ بولتے ہیں، وہاں ق کو خ اور خ کو ق بولا جاتا ہے۔'' خان نے جلدی سے بات بناتے ہوئے بالے کو باہر چلنے کا اشارہ کیا۔

''ایک بات اور کہنا چاہتا ہوں۔'' بالے نے ٹھہر کر کہا۔

''فرمایئے۔'' شیلی نے رک کر پوچھا۔

''مجھے آپ کی شاعری بہت پسند ہے۔ آپ مجھے اپنا شاگرد عبدالرشید بنا لیجیے۔''

''کیا مطلب؟'' ہز ہائی نس نے مسکراتے ہوئے دخل دیا۔

''یہ تو بڑی مشہور انگلستانی شاعر ہیں۔'' بالے ڈھٹائی سے بولا۔

Akram Allahabadi

''اوہ، شاید آپ شیلے کا ذکر کر رہے ہیں، میرا نام شیلی ہے۔''

''تو کیا انگریزی میں بھی چھوٹی بڑی ی فرق ہوتا ہے؟''

بالے نے کسی اسکول کے معصوم بچے کی طرح حیرت کا اظہار کیا۔''میں تو آپ کو ہی وہ سمجھا تھا۔''

''یہ تو اور اچھی بات ہے۔''وہ مسکرائی۔

''بہت بڑی بات ہے۔''بالے نے آہستہ سے کہا۔''صرف شاعر ہی کسی کے دلی جذبات کو سمجھ سکتا ہے۔''یہ جملہ اس نے اس قدر آہستہ اور رومانی انداز میں کہا جسے سن کر وہ چونک سی پڑی، لیکن ہز ہائی نس نندور یا تو سن نہ سکے، یا پھر سمجھ نہ سکے۔

''چلو بالے۔''خان نے پلٹ کر اسے پھر آواز دی۔اور بالے ہز ہائی نس کی نظر بچا کر شیلی پر ایک حسرت بھری نگاہ ڈالتا ہوا نکل آیا۔

☆☆☆☆☆☆

''اپنی حرکتوں سے باز نہ آؤ گے تم؟''

''زندگی حرکت بغیر موت سے بدتر ہے۔''

''اگر راجہ صاحب نندور تمہاری منشا سمجھ لیتے تو؟''

''میں وہیں اس کا رومونچھ...افوہوں ہوں، اس کا رسوس، لاحول ولاقوۃ، کیا عجیب نام تھا اس الو کے پٹھے کا، ہاں اس کا راموش کی طرح یہیں ڈویل کی دعوت دے دیتا۔''

''سمجھ میں نہیں آتا کہ پھر اس لڑکی کو کہاں غائب کیا گیا تھا اس دن؟''

''محض پولیس کو الجھانے کے لیے۔''

''اور آج کسی بغیر جھجک کے اسے سامنے کیوں لے آیا گیا؟''

''پولیس کو اطمینان دلانے کے لیے۔''

Akram Allahabadi

''آپ کی باتیں میری سمجھ میں نہیں آ رہی ہیں۔''

''ممتاز لندن پہنچ چکی ہے۔''

''تو اس کا مطلب یہ ہے کہ محض اس کے وہاں پہنچ جانے تک کے لیے یہ گڑبڑ مچائی جا رہی تھی۔''

''ہوں، تاکہ درمیان میں پولیس کو کہیں شبہ نہ ہو جائے اور اس کے لندن پہنچنے سے پہلے ہی معاملہ کچھ گڑبڑ ہو جائے۔''

''تو سارے معاملے کا دارومدار ممتاز پر ہی ہے؟ مگر آپ کو یہ کیسے یقین ہے کہ وہ ممتاز ہی ہے جسے مہارانی کے پاسپورٹ پر انگلینڈ بھیجا گیا ہے۔ ویسے بھی پاسپورٹ پر تو مہارانی کی تصویر ہوگی۔''

''بڑی شخصیتوں کے لیے تصویر کی قید نہیں، لیکن تم جانتے ہو میں کچی گولیاں نہیں کھیلتا۔''

''آپ چھرّے کھیلتے ہوں گے، تسلیم، لیکن ثبوت؟''

''صرف اسی کا انتظار تھا۔ کیبل پر لندن کی خفیہ پولیس نے اس تصویر کے مطابق ممتاز کی لندن میں آمد کی تصدیق کر دی ہے، جو میں نے ریڈیو پر فوٹو گراف سے یہاں سے روانہ کی تھی۔'' خان نے گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے بتایا۔

''تو گویا آپ اندر ہی اندر سارا بھاڑ پھوڑ ڈالتے ہیں آج کل اور بالے صاحب کو صرف ٹہلایا جاتا ہے۔''

''تمہیں عشق فرمانے سے جو فرصت ہو۔''

''بہتان، سراسر بہتان۔ قسم لے لیجیے رومیو اینڈ یٹ کی، اونہوں، پھر پھسل گئی زبان۔''

''تو فردوس سے کیا بھائی بن کر ملے تھے؟''

"ہائے، فردوس اپنی قسمت میں کہاں۔ سنا ہے پولیس والوں کے لیے صرف جہنم ہی بنائی گئی ہے۔"

"میں سر رحمت اللہ ولائی کا ذکر کر رہا ہوں، حضور۔"

"اللہ کی رحمت اور مجھ غریب پر؟"

"پھر دُم ٹیڑھی؟"

"مجھے بھائی عبدالرفوغم کا وہ شعر یاد آ رہا ہے۔"

"بکو جلدی سے۔" خان نے اس کی بکواس میں لطف لیتے ہوئے کہا۔

"بھائی نے فرمایا ہے مردانِ سخن سنج کی دم کھینچ کے دیکھو، ٹیڑھی ہی ملے گی۔"

"یہ کیا شعر ہوا؟"

"چہ نسبت شاعری را بہ سپرنٹنڈنٹ پولیس۔ یہ ترقی پسند شعر ہے۔ مصرع اولیٰ دس گز اور ثانی دو انچ۔ غم صاحب نے کئی کئی راتیں چھت سے الٹے لٹک کر اپنے اوپر یہ شعر نازل فرمایا تھا۔"

"کسی نہ کسی دن روؤف تمہارا سر ضرور توڑ دے گا۔"

"میں اس کی دونوں مونچھیں اکھاڑ کر کسی عجائب خانے میں جمع کرا دوں گا۔"

"تم جانو۔" خان مسکرا کر چپ ہو رہا اور رہا لے عالمِ خیال میں اپنی نظر نہ آنے والی مونچھوں کو تاؤ دے کر روؤف سے کشتی کے منصوبے سوچنے لگا۔

"تم آج روزی کے بھائی کا پیچھا کرنا، میں تمہیں رات کے ۱۲ بجے تک موتجنی میں ملوں گا۔" خان نے پولیس ہیڈ کوارٹرز پر گاڑی روک کر نیچے اترتے ہوئے کہا۔

"اور اگر آپ کو فون کرنے کی ضرورت پیش آئی تو؟"

"آج موتجنی میں دو اطالوی رقاصاؤں کا خصوصی پروگرام ہے، جس میں شہر کے بڑے بڑے رئیس مدعو ہوں گے، تم منیجر سے صرف ریزرویشن ۱۲ مانگنا۔"

"ارے، تو آج آپ ٹھاٹ اڑائیں گے وہاں اور میں بدنصیب اس آدمی کے پیچھے در بدر کی خاک چھانتا پھروں گا۔"

"اپنی اپنی تقدیر ہے، بیٹے۔ ویسے مجھے امید ہے کہ تمہاری روزی بھی تمہیں وہیں ملے گی۔" خان مسکرایا۔

"پھر معمہ بنانے لگے آپ؟"

"تمہاری جلد بازی بعض اوقات معاملات کا رخ بدل دیتی ہے، اس لیے اس بار میں کافی محتاط ہو کر کام کر رہا ہوں۔ ہمارا مقابلہ ایسی بڑی اور معزز ہستی ہے کہ سوچنا پڑتا ہے۔"

"کم از کم اتنا تو بتا دیجیے کہ موتجنی میں آج کیا کوئی خاص معاملہ ہے؟"

"ہوسکتا ہے کہ اس جدوجہد کا آخری مورچہ وہیں بن جائے۔ بہرحال تم اس کے لیے اپنے کام سے غافل نہ ہونا۔ ایلک کا تعاقب بھی ضروری ہے، ہوسکتا ہے کہ میرا اندازہ غلط ہو۔" خان نے کہا۔

یہ کہتا ہوا خان اپنے آفس میں چلا گیا اور بالے لیڈی انسپکٹر شانتا کو آتے دیکھ کر وہیں رک گیا۔

"ہیلو مس شانتا کروز۔"

"وہاٹ؟" وہ چونک کر رک گئی۔ بالے اسے اسی نام سے مخاطب کیا کرتا تھا اور وہ اس سے قدر چڑتی تھی کہ کئی بار ان میں اس پر جھگڑا بھی ہو چکا تھا۔ لیکن بالے کی عادت سے پورا ڈپارٹمنٹ اچھی طرح واقف تھا۔ وہ اس قدر منہ پھٹ واقع ہوا تھا کہ موقعہ پڑے تو ڈی آئی جی تک سے مذاق کر بیٹھتا۔ اور کوئی بھی اس کی باتوں کو ناخوشگوار نہ محسوس کرتا۔ بلکہ ایک طرح سے اس کے دم سے پولیس ہیڈ کوارٹرز میں خاصی ہلچل رہتی۔ وہ جس آفس میں گھس جاتا، وہاں کسی نہ کسی کی شامت آجاتی۔ بس جس کے پیچھے پڑ گیا وہ ہاتھ جوڑ کے رہتا۔ لیڈی انسپکٹر شانتا عورتوں کی پولیس اسکواڈ میں نئی نئی آئی تھی۔ اسے بالے کی شخصیت سے کوئی واقفیت نہ تھی، اسلیے

شروع شروع میں وہ اس کی طرف سے کافی کشیدہ رہتی، لیکن یہ جان لینے کے بعد کہ یہ والٹیر صفت سارجنٹ جس سے پیچھے پڑ جائے سارا ڈپارٹمنٹ اس سے پیچھے پڑ جاتا ہے۔ وہ رفتہ رفتہ اس سے مانوس ہونے لگی اور اب تو اس سے کافی بے تکلف ہو چکی تھی، لیکن اس کی ایک فرمائش بالے نے کبھی پوری نہیں کی۔ اور وہ یہ کہ وہ اسے شانتا کروز نہ کہا کرے۔ خوبصورت خدوخال کی یہ ۲۲ سالہ مرہٹی لڑکی غیر شادی شدہ ہونے کے باوجود اپنی نجی زندگی میں کافی محتاط تھی۔

اس نے بالے کو یہ سوچنے کا کبھی موقعہ نہیں دیا کہ وہ اس کی شوخ، بے باک اور رومان پسند شخصیت سے ذرا بھی متاثر ہو سکتی ہے۔ اور بالے نے بھی اسے کھٹے انگور سمجھ کر اس کی طرف زیادہ توجہ نہیں دی۔ ویسے زبانی نوک جھونک ان میں کبھی کبھی ہو جایا کرتی تھی، جس کی شکایت سپرنٹنڈنٹ خان تک بھی ایک دو بار پہنچ چکی تھی اور انعام میں بالے کو خان کی بہت سی گھڑکیاں، بہت سی نصیحتیں مل چکی تھیں۔

''میں پوچھ رہا تھا کہ آپ شانتا کروز سے آ رہی ہیں؟'' بالے نے جلدی سے الفاظ بدل دیے۔

''میں بھاڑ جھونک کر آئی ہوں، آپ کی بلا سے۔''

''اچھا کام ہے، شوق سے جھونکیے۔'' یہ کہتا ہوا وہ آگے بڑھ گیا اور شانتا اسے گھورتی رہ گئی۔

''کھیر ٹیڑھی ہے، بالے صاحب۔'' سامنے سے رؤف کی آواز سنائی دی۔

''خاندانی باورچی معلوم ہوتے ہیں۔'' بالے نے برجستہ جواب دیا۔

''اب جو بھی کہہ لو، لیکن ملی ہے سوا سیر تمہیں۔''

''بالے صاحب ڈیڑھ سیر ہیں۔''

''دیکھ لیں گے۔'' رؤف نے طنز کیا۔

''کیا شعر یاد آ رہا ہے، واللہ۔'' بالے نے رؤف کی دکھتی رگ چھیڑی۔ شعر کہنے اور

Akram Allahabadi

شعر سننے کے جنون ہی نے رؤف کو آدمی سے زیادہ شاعر بنا دیا تھا۔ وہ بڑی سنجیدگی سے متوجہ ہو گیا۔

''کہا ہے مولانا حالی نے کہ مونچھ والے تیری قدرت کا تماشا دیکھیں۔''

''لاحول ولاقوۃ، یار تم آدمی ہو یا لکڑ بھگے۔'' رؤف نے برا سا منہ بنا لیا، لیکن اس سے پہلے کہ بالے کچھ بولتا ڈی ایس پی اپنے آفس سے کسی کام سے باہر نکلے اور دونوں نے اسے سلام کرتے ہوئے خاموشی سے کھسک گئے۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

مرڈر پلان

ریڈیارڈ کلب کے باہر ایک ٹیکسی بہت دیر سے کھڑی تھی اور اس کا ڈرائیور اسٹیرنگ پر بیٹھا ہوا اونگھ رہا تھا۔ اس وقت رات کے ساڑھے سات بج چکے تھے اور کلب کی رونق گزرتے وقت کے ساتھ بتدریج بڑھتی جارہی تھی۔ اتنے میں پورٹیکو سے کچھ فاصلے پر ایک گلی کے موڑ پر ایک ٹیکسی آ کر رکی اور اس میں سے ایک آدمی اتر کر تیزی سے قدم بڑھاتا ہوا محتاط انداز میں ادھر ادھر دیکھتا ہوا کلب کی عمارت میں داخل ہو گیا۔ وہ ٹیکسی وہیں سے واپس لوٹ گئی۔

پہلے سے کھڑی ہوئی ٹیکسی کا اونگھتا ڈرائیور اچانک چونک پڑا۔ اس کی وزدیدہ نگاہیں کلب کے دریچے پر جم گئیں۔ اکا دکا آدمی کلب سے تھوڑے تھوڑے فاصلے پر وقفے سے نکلتے رہے، مگر وہ آدمی تقریباً پندرہ بیس منٹ کے بعد باہر نکلا۔ کلب کے پورٹیکو میں لگے ہوئے سو والٹ کے بلب کی روشنی میں اس وقت اس کا چہرہ صاف نظر آ گیا۔ وہ ایلک تھا۔ لیکن اس وقت اس کے چہرے سے اور ساتھ ہی روزی جو اس کے ساتھ تھی، کے چہرے سے خوفزدہ نظر آ رہی تھی۔ بار بار اس کی نگاہیں ادھر ادھر کسی کو تلاش کر رہی تھیں۔ وہ اس کے پیچھے چلتی ہوئی باہر نکل آئی۔

"ٹیکسی۔" اونگھتے ہوئے ڈرائیور کو ایلک کی آواز سنائی دی، لیکن اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ یہ دیکھ کر ایلک خود قریب آ گیا۔

"اے ٹیکسی۔" اس نے قریب آ کر پھر پکارا۔ اور ٹیکسی ڈرائیور نے پھر کوئی جواب نہ دیا۔

"اے مسٹر۔" ایلک نے ڈرائیور کو بازو پکڑ کر جھنجوڑا۔

"جاگ رہا ہوں بھائی، جاگ رہا ہوں۔"

Akram Allahabadi

''کتنی دیر سے آوازیں دے رہا ہوں۔'' ایلک نے پچھلا دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔

''آپ نے ٹیکسی کو آواز دی تھی اور میری ٹیکسی بولتی نہیں۔'' ڈرائیور بولا۔

''خیر خیر، وارڈن روڈ چلو۔''

''گاڑی نہیں جائے گی، صاحب۔'' ڈرائیور نے اینٹھی ہوئی آواز میں کہا۔

''کیوں نہیں جائے گی؟'' ایلک بگڑ کر بولا۔

''ہم کو نیند آرہی ہے۔''

''ہمیں ایک بیمار آدمی کے پاس پہنچنا ہے، ایسے وقت پر نخرے نہیں کرتے۔'' یہ کہہ کر ایلک نے پانچ روپے کا ایک نوٹ ایلک کی طرف بڑھا دیا۔

''جائے گی۔'' ڈرائیور گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے بولا۔

''منجھلے بازی؟'' ایلک نے استفساریہ انداز میں دہرایا۔

''صاحب، بمبئی میں موج اڑانے کو سالا لوگ منجھلے بازی بولتا ہے۔'' ڈرائیور نے ان کی طرف دیکھے بغیر کہا، لیکن ایلک نے کچھ جواب نہیں دیا۔

''آپ لوگ نیا نیا اتریلا پڑتا ہے، صاحب؟'' ڈرائیور نے خود ہی سلسلہ کلام جاری رکھا۔

''گاڑی چلاؤ اپنی۔'' ایلک نے ڈانٹنے والے انداز میں منہ بگاڑ کر کہا۔

''اچھا صاحب، اچھا۔ تم کو ڈشٹب ہوتا ہے ہم اپنا چونچ بند رکھے گا۔''

''عجیب آدمی ہے۔'' ایلک نے روزی کی طرف دیکھ کر آہستہ سے کہا۔

لیکن ڈرائیور متوجہ ہونے کی بجائے اسٹیرنگ پر جھومتے ہوئے گنگنانے لگا۔

''رات چاندنی تاروں پہ پھلک کی برات ہے ایسے میں تم آجاؤ بالما میرا تیرا تیرا میرا، میرا تیرا تیرا میرا، میرا تیرا تیرا میرا، تیرا میرا تیرا میرا...'' وہ ایک ہی دھن کو رٹنے لگا۔

Akram Allahabadi

"آگے بھی ہے کچھ؟" ایلک نے طنزیہ لہجے میں ٹوکا۔

"ساتھ ہے... ساتھ ہے... تیرا میرا تیرا میرا... ہائے رات چاندنی..."

"چو لہے میں گئی تمہاری رات چاندنی، گاڑی تیز چلاؤ۔"

"وہ تو چل رہی ہے، صاحب۔ پن اتنی اکھی رات چو لہے میں کیسے جانے سکتی ہے، صاحب؟"

"کیا تم چپ نہیں رہ سکتے؟" ایلک کے لہجے میں بیزاری تھی۔

"کاہے کو نہیں رہ سکتا، صاحب۔ پن ڈاکٹر بولتا ہے کہ بیمار لوگ چپ چپ رہتا ہے۔"

"بولنے دو نا اسے، ہمارا کیا لے رہا ہے۔" روزی بیچ میں بول پڑی۔

"ہاں دیکھو نا میم صاحب۔ صاحب TB کے مریض کے موا فق چپ رہنے کو بولتا ہے۔"

"صاحب، چوپاٹی کاہے کو نہیں چلتا؟ صاحب، بھگوان قسم جوڑے والا سب لوگ ہنی مون ادھر چ مناتا ہے۔ اکھی اکھی رات لاوارث کتے کے موا فق دریا کنارے سرکار کا بنچ توڑتا ہے۔" ڈرائیور گویا اپنے تئیں اسے نیک مشورہ دینے لگا۔

روزی کو اس کے اس جملے پر ہنسی آگئی۔ حالانکہ وہ کافی فکر مند معلوم ہو رہی تھی۔

انھوں نے وارڈن روڈ کے ایک چھوٹے سے گیسٹ ہاؤس کے سامنے ٹیکسی رکوا کر کھڑی کردی۔ یہ گیسٹ ہاؤس پرانے پرائیوٹ بورڈنگ ہاؤس کا بدلا ہوا نام تھا۔ اس کے سامنے کا حصہ تاریک نظر آرہا تھا۔ لیکن اندرونی حصے کی دائیں سمت کی کھڑکیوں میں روشنی ہو رہی تھی۔ ایلک نے سڑک پر سے ہی ٹیکسی کا بل ادا کر کے اسے رخصت کردیا۔ اور وہ روزی کا ہاتھ تھامے تیزی سے چلتا ہوا اس گیسٹ ہاؤس کے احاطے میں داخل ہوگیا۔

ٹیکسی ڈرائیور نے گاڑی کچھ دور لے جا کر ہیڈ لائٹس بجھا دیں اور اسے ایک بنگلے

Akram Allahabadi

کے احاطے کی دیوار سے لگاتے ہوئے خود گاڑی سے اتر کر کنارے ہی کنارے اس گیسٹ ہاؤس کی طرف دوڑا۔

اسے اس کے تاریک حصے میں داخل ہونے میں کوئی دقت نہیں ہوئی۔ یہاں سناٹا تھا۔ کمروں کے دروازے سب بند تھے۔ مجبوراً اسے داہنی طرف سے گھوم کر پشت پر جانا پڑا۔ کام اس سے بھی نہیں بنا۔ پھر کچھ سوچ کر وہ پشت والی دیوار کا پائپ پکڑ کر اوپر چڑھنے لگا۔ چھت پر پہنچنے میں اسے بمشکل دو منٹ لگے ہونگے۔ چھت پر ہوا داری کے لیے جالی دار روشندان بنا ہوا تھا۔ صرف ایک جالی ہٹا کر یہاں سے اس کمرے کے اندر کا حال بخوبی دیکھا جا سکتا تھا اور ان کی آوازیں بھی سنی جا سکتی تھیں۔ جالی اس کی جیب میں پڑے ہوئے چاقو کی مدد سے ہٹ گئی۔ اس نے نیچے جھانک کر دیکھا، کمرے میں اس وقت تین آدمی اور ایک عورت موجود تھے۔ ان میں ایلک اور روزی بھی شامل تھے۔ روزی ایک قد آور تندرست اور رعب دار شکل والے آدمی کے سامنے والے صوفے پر بیٹھی ہوئی تھی۔ ایلک اور دوسرا آدمی اس آدمی کے دائیں بائیں کھڑے ہوئے تھے۔ صوفے پر بیٹھے ہوئے آدمی کی شکل اوپر سے صاف نظر نہیں آ سکتی تھی، لیکن آواز سنی جا سکتی تھی۔

''تمہیں اس کام کے لیے پانچ ہزار روپے ملیں گے۔''

''مگر کسی بھی قیمت پر میں کسی کو زہر نہیں دے سکتی۔''

''پاگل نہ بنو لڑکی، یہ تمہارے بھائی کی موت و زندگی کا سوال ہے۔'' وہ آدمی ایلک کی طرف دیکھ کر اس سے بولا۔ ''اگر اسے ختم نہ کیا گیا تو وہ ضرور پولیس کو سب کچھ بتا دے گا۔ ہز ہائی نس کو اس پر شک ہو گیا ہے۔''

''اور مجھے جو پھانسی چڑھنا پڑے گا۔''

''یہ زہر رفتہ رفتہ اثر انداز ہوگا۔ اسے پینے والا ایک گھنٹے بعد اپنے میں کچھ تبدیلی محسوس کرے گا اور اس کی موت دو گھنٹے بعد کسی وقت واقع ہو جائے گی۔ اس طرح تم پر شک کا

سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، کیونکہ اتنے عرصے میں وہ نہ جانے کتنے آدمیوں سے مل چکی ہوگی۔"
اس نے نرم اور آہستہ لہجے میں سمجھایا۔"اور پھر یہ طریقِ کار تو کسی اور کی سمجھ میں بھی نہیں آئے گا۔"

"اف، مجھ سے نہ ہوگا یہ کام۔"

"تو پھر کل ہی تم اپنے بھائی کے ہاتھوں ہتھکڑیاں دیکھ لینا فضل بھائی کا خون اسی نے کیا ہے اور پھر اسے پھانسی کے تختے سے کوئی نہیں بچا سکتا۔" وہ اکھڑے ہوئے لہجے میں بولا۔

"ہاں روزی۔" ایلک نے رقت انگیز شکل بنا کر مری ہوئی آواز میں اس سے کہا۔وہ سوچ میں پڑ گئی۔

"لیکن یہ زہر میں اسے دوں گی کیسے؟"

"تم میرے ساتھ میری مسز کی حیثیت سے ابھی کچھ دیر بعد مونجنی میں دی جانے والی ایک دعوت میں شریک ہوگی۔"

"لیکن لوگ مجھے پہچان لیں گے تو؟" وہ بیچ میں بول پڑی۔

"یہ۔" اس نے تیسرے آدمی کی طرف اشارہ کیا۔"آدمی کی شکل بدل دینے میں ماہر ہیں۔تم بدلی ہوئی شکل اور بدلے ہوئے لباس میں قطعی پہچانی نہ جا سکو گی۔وہاں تمہیں صرف اس قدر کرنا پڑے گا کہ اپنے سامنے رکھے جانے والے گلاس میں اس زہر کو جو تمہاری انگوٹھی کے سنہری ڈبیہ میں رہے گا، تحلیل کر دو گی۔تمہیں اس کے پاس ہی بٹھایا جائے گا اور جس وقت میں اسے باتوں میں لگاؤں، تم اس کے گلاس سے اپنا گلاس بدل دو گی۔"

"مگر یہ کام تو اس کی قیام گاہ پر بھی ہو سکتا ہے؟" ایلک بول اٹھا۔

"آج ہز ہائی نس سے اس کا جھگڑا ہو گیا اور تب سے وہ ان کے ہر آدمی کو شک کی نظر سے دیکھ رہی ہے۔"

Akram Allahabadi

''پھر یہ دعوت؟'' روزی نے پوچھا۔

''دعوت ہز ہائی نس جھینگا پٹم کی طرف سے دی گئی ہے اور ہمیں اس موقعے سے پورا پورا فائدہ اٹھانا چاہیے۔''

''اب فیصلہ کرلو کہ تمہیں کیا کرنا ہے۔''

''اور اگر کسی کو شبہ ہوگیا تو؟''

''میں نے کہا نا کہ اس زہر کو کوئی فوری ردِعمل نہ ہوگا۔''

اس جواب پر روزی خاموش ہوگئی۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

بازی چوپٹ

ایک گھنٹے کے بعد سارجنٹ بالے جب مونجنی میں داخل ہوا تو اس کے دماغ پر اچناک ایک ہتھوڑا سا گر پڑا۔ ایسے موقعے پر اس میں ایک عجیب سا وحشیانہ جذبہ پیدا ہو جاتا، جسے بس چلے سامنے والے کا گلہ گھونٹ دے۔ فردوس اور ہز ہائی نس جھینگا پٹم کو ایک ہی ٹیبل پر دیکھ کر اس کا خون کھولنے لگا۔ اس نے قریب پہنچ کر بڑی قہر آلود نگاہوں سے پہلے ہز ہائی نس جھینگا پٹم اور پھر فردوس کو گھورا۔ ہز ہائی نس جھینگا پٹم نے ایک سرسری نظر اس کی طرف ڈالی اور پھر اس طرح منہ پھیر لیا جیسے اس قسم کا جانور وہ پہلے بھی دیکھ چکا ہو۔ بیرے کو آرڈر دے کر وہ الجھے ہوئے دماغ کے ساتھ دوسری طرف رخ کر کے بیٹھ گیا۔ لیکن اس کے کان دوسری ٹیبل پر ہی لگے ہوئے تھے۔

''جس کی مونچھیں منہ پر نہ ہوں، وہ مرد کہلانے کے لائق نہیں۔'' راجہ صاحب جھینگا پٹم فردوس سے کہہ رہے تھے۔

''جی ہاں، درست فرمایا آپ نے۔'' وہ ہنس کر بولی اور بالے کا بھیجا پلپلانے لگا۔

''ڈارلنگ، میں تمہیں اپنی اسٹیٹ کی مہارانی بناؤں گا، خرگوش ڈارلنگ۔''

''فردوس نام ہے میرا، یور ہائی نس۔'' فردوس مسکرائی۔

''یور ہائی نس۔'' بالے نے جلے ہوئے انداز میں آپ ہی آپ منہ بنا کر نقل کی۔

''ہونہہ، پاگل کہیں گا۔'' وہ بڑبڑایا۔

''جی؟ کچھ فرمایا آپ نے؟'' فردوس آپ سے چونک کر بالے کی طرف گھوم پڑی۔

''لعنت ہے فرمانے والے پر اور آپ پر۔'' بالے نے جلے ہوئے انداز میں جواب

دیا۔

''بے شک، بے شک، ہزار بار لعنت ہے۔'' ہز ہائی نس جھینگا پٹم بول اٹھے اور بالے کا غصہ قابو سے باہر ہونے لگا۔

''میں پاگل آدمیوں سے گفتگو کرنا پسند نہیں کرتا۔'' بالے نے نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر جواب دیا۔

''پاگل...؟ کون پاگل؟'' ہز ہائی نس جھینگا پٹم اس کی طرف پلٹ پڑے۔ ''اے مسٹر، دماغ خراب ہوا ہے آپ کا کیا؟''

''جانے دیجیے، یور ہائی نس۔ کوئی دل جلا آدمی معلوم ہوتا ہے، بیچارہ۔'' فردوس نے انھیں سمجھانے کی کوشش کی۔ بالے کا اب برا حال تھا۔

''اچھا جانے دو۔''

''آپ بڑے اچھے ہیں۔'' فردوس نے ادائے محبوبانہ سے کہا اور بالے دل ہی دل میں سو ۱۰۰ گالی فی منٹ کے حساب سے گالیاں دینے لگا۔ اس کا بس چلتا تو اس وقت فردوس کو ہوٹل کی سب سے اوپری منزل سے اٹھا کر پھینک دیتا۔

لیکن اس سے پہلے کہ بات اور بڑھتی، ہز ہائی نس نندور آ پہنچے۔ راجہ صاحب جھینگا پٹم نے انھیں دیکھتے ہی دور سے نعرہ لگایا۔

''ہیلو یور ہائی نس۔'' وہ ان کا استقبال کرنے لگے۔

راجہ صاحب نندور صرف مسکرا دیے۔ اس کے بعد وہ سب لوگ ڈائننگ ہال میں چلے گئے۔ بالے وہیں غصے سے پیچ و تاب کھاتا رہ گیا۔

اسے اگر روزی والے معاملے کا انتظار نہ ہوتا تو وہ آج پھر ہز ہائی نس جھینگا پٹم سے لڑ بیٹھتا۔ اسے زیادہ تربور نہ ہونا پڑا۔ جلد ہی ہوٹل میں ہز ہائی نس نندور کی سکریٹری، جیکب اور اس کے دائیں بائیں ایلک اور روزی اندر داخل ہوئے۔ روزی کو اس وقت قریب سے دیکھ کر

Akram Allahabadi

پہچاننا بڑا مشکل تھا۔ وہ نیلی ساڑی میں ملبوس اس وقت کسی معزز آدمی کی شریف بیوی معلوم ہو رہی تھی۔ جیکب کے آدمی نے اس کی شکل میک اپ سے کافی بدل دی تھی۔

کچھ دیر بعد بالے نے عمداً اٹھ کر جب ڈائننگ ہال میں جھانکا تو اسے جیکب کے پروگرام کے مطابق روزی شیلی کے پاس والی کرسی پر بیٹھی نظر آئی۔ دوسری طرف ہز ہائی نس نندور بیٹھے ہوئے تھے۔ بیروں نے کھانا سرو کرنا شروع کر دیا تھا۔ موقعہ کی نزاکت کو محسوس کرتے ہی بالے فوراً اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ سمجھا تھا کہ شاید مونجنی میں اسے اتنا موقعہ مل سکے گا جو وہ روزی سے مل کر اسے اس پروگرام کرنے کا نا کام طریقہ سمجھ سکے، لیکن روزی کو اس قدر مہلت ہی نہ دی گئی۔

وہ کچھ سوچتے سوچتے ایک بیرے کو ہوٹل کے پچھلے حصے کی طرف جاتے دیکھ کر چونک پڑا۔ پھر کسی خیال سے وہ اٹھ کر خود ہی تیزی سے اس کے پیچھے چلا۔ مونجنی کا منیجر اس وقت خود ڈائننگ ہال میں دعوت کی نگرانی کر رہا تھا، ورنہ وہ ضرور بالے کے کام آتا۔ اسے بہر حال اس بیرے کو کلورافارم سے بیہوش کر کے ایک تاریک حصے میں دیوار سے نکا دینا پڑا اور اس کے کپڑے پہننے میں بالے کو بمشکل دو منٹ لگے۔ اس نے اپنی جیب سے ہٹلری قسم کی نقلی مونچھیں بھی نکال کر ناک کے نیچے چپکا لیں۔ پھر وہ بغیر کسی سے پوچھے بارسے پانی کے گلاسوں کی ٹرے اٹھا کر ڈائننگ ہال میں گھس گیا۔ وہ یہ دیکھ کر چونک پڑا کہ اس وقت جیکب گھور گھور کر روزی کو وہ خطرناک اسکیم روبعمل لانے کے لیے اشارہ کر رہا تھا۔ اور وہ ہچکچا رہی تھی۔ پھر اس نے اور قریب پہنچ کر دیکھا، جیکب نے میز کے نیچے ہی نیچا اپنی جیب میں رکھا ہوا پستول روزی کے پیٹ سے لگا دیا تھا۔ مجبوراً روزی کو پانی سے بھرے ہوئے گلاس میں سفید سفوف کے قسم کا زہر تحلیل کرنا پڑا۔ اس وقت بالے یہ بھی دیکھ کر سوچ میں پڑ گیا کہ ہز ہائی نس جھینگا پٹم کے پانچ باڈی گارڈز میں سے ایک جو ہال میں ایک طرف کھڑا تھا، بڑھ کر جیکب کی پشت پر آ گیا۔ بالے کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس وقت کونسا طریقہ اختیار کرے جو خان کے یہاں پہنچنے تک

کوئی گڑبڑ نہ ہونے پائے۔دل ہی دل میں وہ اس وقت دعائیں مانگ رہا تھا کہ کسی طرح خان جلد یہاں پہنچے۔اگر یہ والیانِ ریاست کا معاملہ نہ ہوتا تو وہ خود کبھی کا اپنے اختیارات سے کام لیتا ہوا کھل کر سامنے آچکا ہوتا۔لیکن خان جیسے بڑے اور ذمے دار افسر کا اس موقعے پر موجود ہونا ضروری تھا۔

اتنے میں ہز ہائی نس جھینگا پٹم رومال سے اپنی مونچھیں پونچھتے ہوئے خود سیلی سے باتیں کرنے لگے۔جیکب نے اس وقت روزی کو ٹھونکا دیا۔اور اس کا ہاتھ کانپنے لگا۔بہر حال کسی نہ کسی طرح اسنے سب کی نظریں بچا کر اپنا گلاس شیلی کے گلاس کے ساتھ ملا دیا اور پھر پانی پینے کے لیے جید سے شیلی کا گلاس اٹھالیا۔جیکب کے چہرے پر اب اطمینان کی لہر دوڑ گئی۔لیکن شاید اسے خبر نہ تھی کہ اس کی پشت پر کھڑا ہوا ایک بڑی مونچھوں والا آدمی سب کچھ دیکھ رہا ہے اور اس سے کچھ دور ایک بیرا اپنی جیب میں ایک پستول پر ہاتھ رکھے موجود ہے۔

ٹھیک اسی وقت ہال میں ہز ہائی نس جھینگا پٹم کا ایک اور باڈی گارڈ داخل ہوا۔وہ سیدھا ان کے قریب آیا اور ان کے کان میں کچھ کہہ کر لوٹ آیا۔

''مم، میں ابھی آیا، یور ہائی نس۔میرے خرگوش کا ٹیلی فون آیا ہے ذرا۔'' سب اس جملے پر ہنس پڑے، لیکن بالے کا ماتھا ٹھنکا۔پھر بھی وہ شیلی کے پیچھے سے ہٹ کر نہ جا سکا کیونکہ کوئی اندازہ نہ تھا کہ کس وقت وہ گلاس کو اٹھا کر پی جائے۔دو منٹ بعد ہی ہز ہائی نس جھینگا پٹم پھر لوٹ آئے۔اس بار وہ نشستوں کے پیچھے سے بالے کے قریب ہو کر گزرے اور جب اتفاق سے وہ بالے سے ٹکرا گئے تو بالے جھنجلا اٹھا۔وہ اپنی نشست پر جا کر بیٹھ گئے۔بالے نے پھر ایک بار اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا، مگر اس بار وہ حیرت سے چونک پڑا۔اس نے جیب سے ہاتھ نکالے بغیر اندر سے غور سے دیکھا۔کاغذ کے ایک پرزے پر لکھا تھا۔

''لیلک کو فرار نہ ہونے دینا۔''

بالے کا دماغ موٹر کے پہیے کی طرح گھومنے لگا۔

"تو یہ بڑ موچھا ہز ہائی نس..."

وہ زیرِ لب بڑبڑایا کرپھل پٹو ہز ہائی نس جھینگا پٹم کو گھورنے لگا پھر مسکرا دیا۔ اتنے میں دروازے کے پردے کو حرکت ہوئی اور پھر ایک ساتھ دو پولیس آفیسرز کی ایڑیاں بج اٹھیں۔ سب چونک کر ادھر دیکھنے لگے۔ ہز ہائی نس تندور کا تو چہرہ فق ہو گیا اور ان کے سکریٹری نے گھبرا کر پہلو بدلا ہی تھا کہ اسے پیٹھ سے کوئی سخت چیز ٹکراتی محسوس ہوئی۔ ایلک نے چاہا کہ کرسی سے جست کر کے بھاگے، لیکن بیرے کے لباس میں پیچھے کھڑے ہوئے بالے نے اس کو دونوں کندھے دبا کر اسے وہیں بٹھا دیا۔

"خبردار جو ذرا ہلے۔ گولی سینے کے پار ہوگی۔" بڑی مونچھوں والے باڈی گارڈ نے جیکب سے تحکمانہ لہجے میں کہا۔ اور ہز ہائی نس جھینگا پٹم نے آگے بڑھ کر شیلی کے سامنے سے وہ پانی کا گلاس اٹھا لیا جس میں زہر تحلیل تھا۔

دروازے سے داخل ہونے والی ایک جیتی جاگتی حور، جسے واقعی قتالۂ عالم کہا جا سکتا تھا، وہی مس ممتاز تھی جس کے بے پناہ حسن سے متاثر ہو کر دو بڑے اور معزز عیش پسند آپس میں ٹکرا گئے تھے۔ وہ سامنے سے دیکھنے میں اپنی تصویر سے کئی گنا زیادہ حسین تھی۔

"معاف کیجیے، یور ہائی نس، آپ کو پولیس ہیڈ کوارٹرز تشریف لے چلنا پڑے گا۔" ہز ہائی نس جھینگا پٹم نے قریب آ کر مؤدب لہجے میں کہا۔

"آپ؟ آپ؟" راجہ صاحب تندور نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"شاید آپ ابھی تک نہیں پہچانے؟" خان نے اپنی مونچھیں نوچ کر چہرے سے میک اپ کی ایک جھلی علیحدہ کرتے ہوئے کہا۔ راجہ تندور اس کی اصلی شکل دیکھ کر حیرت سے اچھل پڑے۔

"آپ سمجھے تھے کہ شاید لندن کی پولیس ہم سے تعاون نہ کرے گی۔ ملاحظہ ہو، مس ممتاز کو اسپیشل چارٹرڈ پلین سے لانے والے یہ دونوں پولیس آفیسرز لندن پولیس سے ہی

Akram Allahabadi

تعلق رکھتے ہیں۔'' خان نے ممتاز کو ساتھ لے کر داخل ہونے والے دونوں سفید فام پولیس افسروں کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

''اوہ، مسٹر شکری۔'' خان نے بارنٹ کے منیجر کو مخاطب کیا، جو خود بھی اس دعوت میں مدعو تھا۔ ''مسٹر جیکب وہی ہیں نا جو مس ممتاز کے اغوا سے چند گھنٹے پہلے ہوٹل میں ان سے ملنے آئے تھے؟''

''جی ہاں، وہی۔ صرف مونچھوں میں فرق ہے۔'' بارنٹ کا منیجر مسکرایا۔

''اور سورتم؟'' خان نے ایلک کی گردن ناپی۔ ''تمہارے خون آلود انگلیوں کے پرنٹ تو تمہیں اب پھانسی کے تختے پر ہی لے جا سکیں گے۔''

''مم... میں... میں نے کچھ نہیں کیا۔'' وہ گلوگیر آواز میں بولا۔ ''پہلی گولی جیکب صاحب نے خود چلائی تھی۔'' خوفزدہ ایلک نے آخر اقبالِ جرم کر لی لیا۔

اس وقت ہال میں راجہ صاحب نندوراوران کے ہر آدمی کے پیچھے ایک پولیس آفیسر پستول بدست کھڑا تھا اور تھوڑی دیر بعد جب انھیں پولیس کاروں میں بھر کر مونجنی سے لے جایا گیا تو سارے شہر میں آگ کی طرح ان تمام گرفتاریوں کی خبر پھیل گئی۔

☆☆☆☆☆☆

''مجھے اس کیس میں ذرا بھی لطف نہیں آیا۔'' بالے نے آفس میں ٹہلتے ٹہلتے خان سے کہا۔

''نہیں، شیلی نے وعدہ کیا ہے کہ اگر وہ بے داغ چھوٹ گئی تو وہ تم سے ضرور عشق کرے گی۔'' خان نے الفاظ چباتے ہوئے کہا۔

''شیلی، شے... لی۔ ہم کو کافی ہے تسلی کے لیے گڑ کا ملیدہ۔''

''فردوس نے کیا قصور کیا ہے آخر؟''

Akram Allahabadi

''فردوس، ہونہہ، اس کمبخت کا نام نہ لیجیے، اس بزموں نچھے ہائی نس، اوہ، مگر وہ تو آپ ہی تھے...'' بالے کہتے کہتے رک گیا۔ ''میں بھی کتنا احمق ہوں۔''

''جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے۔''

''آپ اس سے میری سفارش کر دیجیے نا۔''

''سر رحمت اللہ نے اپنے نوکروں کو بھی ہدایت کر دی ہے کہ اگر سارجنٹ بالے اس طرف آئے تو بندوق کی گولی سے کم بات نہ کی جائے۔''

''کاش تمام خوبصورت لڑکیاں بغیر والد کے پیدا ہوا کرتیں...''

''یہ لڑکی کے باپ...'' بالے نے لمبی ٹھنڈی سانس کھینچی۔ اتنے میں رؤف بھی آپہنچا۔

''کوئی حرامخوری کرے تو ایسی، اس کیس میں بھائی کا سرے سے پتا نہ تھا۔''

''اونہونہہ، مائی فرسٹ باڈی گارڈ۔''

''اوہ، تو اسی مصلحت سے پوری فوج نے منہ پر دمیں لگائی ہونگی۔''

''بالے صاحب، یہ دمیں نہیں، تلواریں ہیں تلواریں۔'' رؤف دونوں مونچھوں کو مل دیتے ہوئے بولا۔

''مگر آپ کو ہز ہائی نس جھینگا پٹم بننے کی کیا سوجھی؟''

''اسکے بغیر ان راجاؤں کی نجی سوسائٹی میں گھسنا مشکل تھا۔''

''اور اسے اب تک یہ معلوم نہ ہو سکتا کہ جھینگا پٹم نام کی کوئی ریاست نہیں؟''

''موجود ہے، لیکن چھوٹی سی، ورنہ میں فرضی نام رکھ کر کسی کو شک کا موقعہ نہ دیتا۔''

''اگر تم سنجیدگی سے مجھ سے نہ ٹکراتے تو ہو سکتا ہے انھیں مجھ پر شبہ ہو جاتا۔ ویسے تمہاری طرف سے وہ پوری طرح باخبر رہتے تھے۔'' خان نے بتایا۔

''ممتاز کا کیا ہوا؟''

Akram Allahabadi

''اسی کی وجہ سے تو یہ خون ہوا ہے۔ممتاز پہلے راجہ صاحب نندور کی منظورِ نظر تھی، بعد میں فضل بھائی اس پر ڈورے ڈالنے میں کامیاب ہو گئے۔اور انھوں نے راجہ صاحب نندور کو چیلنج کر کے ممتاز کو اس کی مرضی سے اپنے قبضے میں کر لیا۔جس پر کئی بار راجہ صاحب نندور کے سکریٹری نے ممتاز کو واپس آنے کی تلقین کی اور وہ نہیں مانی تو یہ خونی ڈرامہ کھیلا گیا۔''

''کیس بہت لمبا چوڑا تو نہ تھا۔''

''شخصیتیں تو لمبی چوڑی تھیں۔بغیر مکمل ثبوت فراہم کیے ہم ان کی طرف انگلی بھی نہیں اٹھا سکتے تھے۔''

''پھر ممتاز مجھے بخش دیجیے۔''

''تمہارا بھی وہی حشر ہو گا۔''

''نہیں، میں اسے مار کر اس کا ایک شاندار مقبرہ بنواؤں گا اور ساحر لدھیانوی پھر میری شان میں ایک قصیدہ لکھ کر چیخے گا۔

ایک پولیس سارجنٹ نے فرصت کا سہارا لے کر
مونچھ والوں کی حماقت کا اڑایا ہے مذاق

مگر بجائے رؤف کے، دروازے سے داخل ہوتے ہوئے ڈی سی پی کی گھنی مونچھوں کا عکس دیکھتے ہی اس کی آواز حلق میں اٹک کر رہ گئی۔

☆☆☆ ختم شد ☆☆☆

Akram Allahabadi